ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
15 تا 21 نومبر 2001ء

☆ علاماتِ قیامت کا ظہور ہو چکا ہے (منبر و محراب)
☆ افغانستان کی نئی صورتِ حال اور پاکستان! (تجزیہ)
☆ اب حکومت پاکستان کیوں خاموش ہے؟ (مکتوبِ شکاگو)

افغانستان میں طالبان کی عارضی پسپائی

کے ضمن میں قرآن حکیم کی بصیرت افروز رہنمائی:

''نہ کم ہمتی کا مظاہرہ کرو نہ ہی رنج و غم میں مبتلا ہو...... (اللہ کا پختہ وعدہ ہے کہ) اگر تم ایمان پر قائم رہے تو (بالآخر) تم ہی سر بلند ہو گے!○ اگر تمہیں ایک زخم لگا ہے تو تمہارے دشمنوں کو بھی تو ایسا ہی زخم لگا تھا' اور یہ ان دنوں کو ہم لوگوں کے مابین ادلتے بدلتے رہتے ہیں تاکہ اللہ (تمہارا امتحان لے اور) ظاہر کر دے کہ کون واقعی صاحب ایمان ہیں اور تم میں سے کچھ کو شہادت کے مقام پر بھی فائز کر دے۔ اور یقیناً اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا○ اور یہ (آزمائش اور مصیبت) اس لئے ہے تاکہ اللہ اہل ایمان کو (دل کے کھوٹ یعنی منافقت سے) بالکل پاک کر دے...... اور (بالآخر) کافروں کو نیست و نابود کر دے۔○'' (سورہ آل عمران: آیات ۱۳۹ تا ۱۴۱)

آج اکیسویں صدی کے آغاز میں جو صورت حال طالبانِ افغانستان کو درپیش ہے' گزشتہ صدی کے آغاز میں جنگ بلقان کے موقع پر وہی تُرکانِ عثمانی کو درپیش تھی...... اس وقت علامہ اقبال نے فرمایا تھا: ''اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے۔ کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا!''...... تو عثمانیوں کے خون سے تو اُمت مسلمہ اور اللہ کے دین حق کے لئے کوئی نئی حیات آفریں سحر پیدا نہیں ہو سکی تھی لیکن ان شاء اللہ افغانیوں کے خون سے احیائے دینِ حق اور اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی نئی روح پرور سحر لازماً رونما ہو گی...... گویا ؎

اگر افغانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا!

پاکستان کے حامیانِ طالبان کے لئے لازم ہے کہ ہر ممکن طریقے سے افغان بھائیوں کی امداد جاری رکھیں اور اس کے ساتھ ہی دعائے قنوت نازلہ کا اہتمام بھی۔

خادم اسلام و قرآن **ڈاکٹر اسرار احمد** امیر تنظیم اسلامی

الھدیٰ

سورۃ البقرہ (۴۳)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿ وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۚ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝﴾ (آیات : ۶۰، ۶۱)

’’اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے لئے پانی طلب کیا تو ہم نے اس سے کہا کہ اپنے عصا کے ذریعے اس چٹان پر ضرب لگاؤ۔ پس (اس چٹان سے) بارہ چشمے پھوٹ کر بہنے لگے۔ ہر گروہ نے یہ معین کرلیا کہ یہ ہمارا گھاٹ ہے۔ (ہم نے) کہہ دیا کہ اب کھاؤ پیو اللہ کے رزق سے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے مت پھرو۔ اور (یاد کرو) جب تم نے کہا' اے موسیٰ (علیہ السلام)! اب ہم اس ایک کھانے پر صبر نہیں کر سکتے' تو اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لئے زمین سے اگنے والی چیزیں نکالے (یعنی) ترکاریاں اور ککڑیاں اور گیہوں اور مسور اور پیاز۔ (حضرت موسیٰؑ نے) کہا' کیا تم ایک بہتر چیز کے مقابلے میں ایک ادنیٰ چیز کو بدل کے طور پر لینا چاہتے ہو! کسی بستی میں جا کر آباد ہو جاؤ' تو پھر وہاں تمہیں وہ کچھ مل جائے گا جو تم طلب کر رہے ہو۔ اور ان پر (بنی اسرائیل پر) ذلت اور کم ہمتی تھوپ دی گئی اور وہ اللہ کا عذاب لے کر لوٹے۔ یہ اس لئے ہوا کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے رہے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے رہے۔ (مزید یہ کہ) ایسا اس لئے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی روش اختیار کی اور حدود سے تجاوز کرتے رہے۔‘‘

زیر درس پہلی آیت میں بنی اسرائیل کی صحرا نوردی کے ایک واقعہ کا تذکرہ ہے۔ سفر میں ایک پڑاؤ کے دوران جب اس قوم کو پیاس کی شدت نے تنگ کیا تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پانی کی فراہمی کا مطالبہ کیا۔ تورات کے مطابق یہ قافلہ چھ لاکھ افراد پر مشتمل تھا' جن میں بچے' بوڑھے اور عورتیں بھی شامل تھیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کی امت کو پانی عطا فرمائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ایک چٹان کو معین کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنے عصا کے ذریعے اس پر چوٹ لگائیں۔ اس کے نتیجے میں اس چٹان سے بارہ چشمے پھوٹ کر بہنے لگے۔ چشموں کی تعداد بارہ رکھنے میں یہ حکمت پوشیدہ تھی کہ بنی اسرائیل اتنے ہی قبائل میں منقسم تھے۔ یوں کسی جھگڑے اور تنازع کے بغیر ہر قبیلے نے اپنا اپنا چشمہ معین کرلیا۔ اس پر فرمایا گیا کہ اب جبکہ تمہیں کھانے کو من وسلویٰ اور پینے کو پانی کا علیحدہ علیحدہ منبع مہیا کر دیا گیا ہے تو ایسے میں اپنے پروردگار کی عاجزی اختیار کرتے ہوئے نیکی کے راستے پر چلو اور زمین پر کسی قسم کے فتنہ وفساد کا باعث نہ بنو۔

جب بنی اسرائیل پر آسمان سے من وسلویٰ کے نزول کو کچھ عرصہ گزر گیا تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ایک ہی طرح کی خوراک کو مسلسل کھا کر ہماری طبیعتیں اکتا گئی ہیں اور اب ہم اس کھانے پر مزید قناعت نہیں کر سکتے۔ ہمیں ذائقے میں تبدیلی اور اشیائے خوردنی میں تنوع درکار ہے۔ لہٰذا آپ اپنے پروردگار سے دعا کریں کہ وہ ہمارے رزق کے لئے زمین سے نباتات نکالے' جیسے مختلف قسم کی ترکاریاں' ککڑی' گیہوں' مسور اور پیاز وغیرہ۔ بنی اسرائیل کا موقف تھا کہ غذا میں اصل لذت تو انہی چیزوں سے آتی ہے۔ ان کے اس کفرانِ نعمت پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فہمائش کے انداز میں قوم سے کہا کہ ایک اعلیٰ اور ارفع چیز کے مقابلے میں تم کم تر جنس کو کیوں ترجیح دے رہے ہو! اللہ کی عطا کردہ بہترین غذا کو چھوڑ کر زمین کی پیداوار کے طالب ہونا کہاں کی دانائی ہے! تاہم اگر تم زمین ہی سے خوراک حاصل کرنا چاہتے ہو تو پھر اپنی اس خانہ بدوشی کی زندگی کو ترک کر کے کسی بستی میں جا کر آباد ہو جاؤ اور وہاں کاشت کاری کرو۔ اس طرح تمہیں وہ تمام اشیاء حاصل ہو جائیں گی جن کے تم خواہش مند ہو۔ چنانچہ اس ناشکری اور سرکشی کے باعث بنی اسرائیل پر ذلت اور مسکنت طاری کر دی گئی۔ مسکنت سے مراد حوصلے کی پستی ہے کہ آدمی بظاہر تو تندرست و توانا نظر آئے لیکن باطنی طور پر اس کی ہمت جواب دے جائے۔ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت اور مرتبہ عطا کیا تھا لیکن اس قوم کا رجحان بدی کی طرف رہا۔ ایک طرف اگر وہ احکام الٰہی کو توڑ مروڑ کر شریعت کی حدود کو پامال کرتے رہے تو دوسری جانب انہوں نے بہت سے انبیاء کرام کو قتل کرنے کے جرم عظیم کا بھی ارتکاب کیا۔ یوں وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بزرگی کے مقابلے میں اس کے عذاب کے مستحق قرار پائے۔ یہ آیت مبارکہ اگرچہ یہودیوں کے لئے نازل ہوئی تھی لیکن موجودہ حالات میں مسلمان اس آیت کا مصداق نظر آتے ہیں۔ آج یہود تو اپنی شاطرانہ تدابیر سے امریکی پشت پناہی کی بدولت دنیا کو سیاسی اور معاشی اعتبار سے کنٹرول کر رہے ہیں اور وقتی طور پر غالب وسربلند نظر آتے ہیں جبکہ ہم شریعت سے منہ موڑنے کے باعث ذلت اور پستی کا شکار ہیں۔ امت مسلمہ کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

☆ ☆ ☆

فرمانِ نبوی

دورِ فتن میں اُمت مسلمہ کی حالت

چوہدری رحمت اللہ بٹر

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَغْشَيَنَّ اُمَّتِيْ مِنْ بَعْدِيْ فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيْهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِيْ كَافِرًا وَيُمْسِيْ مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيْعُ اَقْوَامٌ دِيْنَهُمْ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا قَلِيْلٍ)) (اخرجه الحاکم وصححه البانی ۱۲۶۷)

’’حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد میری امت کو فتنے اس طرح ڈھانپ لیں گے جیسے کالی رات کی تاریکی۔ اس دور میں انسان ایمان کی حالت میں صبح کرے گا لیکن شام کو کافر ہو جائے گا۔ رات کو مومن ہوگا لیکن صبح کفر کی حالت میں کرے گا۔ لوگ اپنے ایمان کو دنیا کی تھوڑی سی منفعت کے بدلے بیچ دیں گے‘‘۔

آج واقعی ہم اس دور سے گزر رہے ہیں کہ اللہ' آخرت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کے نزدیک بھی یہی دنیا اصل زندگی بن گئی ہے اور اس کی آسائشیں اور منفعتیں اتنی اہم ہو گئی ہیں کہ اس کے عوض ایمان کی کوئی پرواہ نہیں رہی۔ ہر حرام خور' رشوت خور' بدعہد اور خیانت کرنے والا یہی کچھ تو کر رہا ہے۔ ہمارے حکمرانوں نے بھی یہی سستا سودا کرلیا ہے کہ امریکہ سے امید لگا کر اپنے ایمان باللہ اور غیرت دینی پر دنیا کی زندگی اور مادی فوائد کو ترجیح دے لی ہے۔ ایک دن پہلے تک اسلام کو ملک کی اساس قرار دینے والے آج پاکستان کو اسلام پر ترجیح دے رہے ہیں کیونکہ ملک سے اس دنیا کا تعلق ہے اور اسلام سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا۔ کتنا ارزاں سودا ہے جو ہم نے کیا ہے اور کتنی بے حمیتی ہے کہ ایمان کا دعویٰ بھی ہے اور یہ بزدلی بھی۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

جلد 10 شمارہ 43

15 تا 21 نومبر 2001ء

(۲۸ شعبان تا ۵ رمضان ۱۴۲۲ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم

مدیر : حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خراسانی

معاونین: مرزا ایوب بیگ ' سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس ' ریلوے روڈ ' لاہور

مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 03-5869501 فیکس: 5834000

E-Mail:anjuman@tanzeem.org

Website:www.tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5 روپے

سالانہ زر تعاون :

اندرون ملک...... 250 روپے

بیرون پاکستان:

☆ یورپ ' ایشیا ' افریقہ وغیرہ

.... 1500 روپے

☆ امریکہ ' کینیڈا ' آسٹریلیا وغیرہ

.... 2200 روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

حافظ عاکف سعید

افغانستان کی موجودہ صورت حال اور عالمی میڈیا کا مکروہ کردار

کفر و اسلام اور حق و باطل کے مابین فی الوقت آج روئے ارضی پر جاری سب سے بڑا معرکہ وہ ہے جو افغانستان کی طالبان حکومت اور امریکہ اور اس کی حواری عالمی طاقتوں کے مابین ہے۔ یہ ایک عجیب معرکہ ہے جس میں ایک جانب مادّی ترقی کے بام عروج تک پہنچی ہوئی وہ عالمی طاقتیں ہیں جو ٹیکنالوجی کے اعتبار سے اس درجے ایڈوانس اور بلندی پر ہیں کہ آج سے سو سال قبل انسانی تخیل کی رسائی بھی وہاں تک نہیں تھی۔ خلیج کی جنگ کے بعد گزشتہ دس سالوں کے دوران ٹیکنالوجی نے جو بے پناہ ترقی کی ہے' جنگی میدان میں اس کے ہوشربا استعمال اور فتنہ انگیزی و ہلاکت خیزی کے تمام تر سامان کا سارا وزن بھی آج امریکہ اور اس کے حلیف ممالک کے پلڑے میں ہے ___ جبکہ دوسری طرف مادی اسباب و وسائل اور تکنیکی مہارت و ترقی کے اعتبار سے دنیا کا وہ کمزور ترین ملک ہے جہاں گزشتہ ۲۵ برس سے جنگ و جدال کا بازار گرم ہے اور ''مرے کو مارے شاہ مدار'' کے مصداق گزشتہ کئی برسوں سے یو این او کی جانب سے عائد روز افزوں پابندیوں نے بھی معاشی اعتبار سے جسے مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ پیہم مصائب و آلام نے افغانستان کو مادی ترقی کے اعتبار سے اس درجے پیچھے دھکیل دیا ہے کہ اس کے بارے میں بجا طور پر یہ کہا جا رہا ہے کہ افغان باشندے آج کے عہد میں نہیں' پتھر کے دور میں جی رہے ہیں۔ ہاں طالبان کے پاس واحد قوت' قوت ایمانی ہے جو بلاشبہ عظیم ترین ہے۔

جنگی میدان میں جدید ٹیکنالوجی کے ہولناک اور ہلاکت خیز استعمال کے ساتھ ساتھ امریکہ اور اس کی حلیف دیگر اسلام دشمن قوتوں کا دوسرا نہایت کاری وار میڈیا کے حوالے سے ہے۔ سب جانتے ہیں کہ عالمی ذرائع ابلاغ (میڈیا) کی باگ ڈور آج یہودیوں کے ہاتھ میں ہے۔ وہی یہودی جو اس وقت روئے ارضی پر شیطان کے سب سے بڑے ایجنٹ ہیں۔ وہی یہودی جو اس وقت دنیا کی سب سے بڑی طاقت' یعنی فرعون وقت امریکہ کی گردن پر سوار ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں امریکہ اور اس کی حلیف مغربی طاقتوں کو جن میں برطانیہ سرفہرست ہے' اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ ابلیس کے ایجنٹ یہودی کو سب سے بڑھ کر دشمنی اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ہے' چنانچہ عالمی میڈیا نے ۱۱ ستمبر کے ہولناک واقعات کے بعد جو مکروہ کردار ادا کیا ہے وہ مسلمانان عالم کے سامنے ہے۔ وہی میڈیا آج افغانستان کی صورت حال کی اسلام مخالف تصویر کشی اور جھوٹے پراپیگنڈے کا طوفان اٹھائے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کے مورال کو گرانے کی خاطر طالبان کی شکست کے جھوٹے دعوے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کئے جا رہے ہیں۔

اصل صورت حال یہ ہے کہ شمالی اتحاد نے کابل ''فتح'' نہیں کیا بلکہ طالبان نے جنگی حکمت عملی کے تحت افغانستان کے بعض علاقوں بشمول کابل سے دانستہ پسپائی اختیار کی ہے ___ معروف صحافی حامد میر نے بی بی سی کے ایک نمائندے سے گفتگو کے دوران یہ بات نہایت زور دے کر کہی بلکہ اس طرح فاضل صحافی نے امریکی موقف پر بڑے لطیف انداز میں طنز کا نشتر چلایا کہ ''میرے ذاتی مشاہدے کے مطابق آج سے ایک ہفتہ قبل طالبان کابل کو چھوڑ کر جا چکے تھے' شمالی اتحاد نے کابل تک پہنچنے میں تاخیر سے کام لیا''۔

ہماری اطلاعات کے مطابق (جن کا ذریعہ نمائندہ طالبان ہیں) صوبہ ننگرہار جس کا صدر مقام جلال آباد ہے' کا کنٹرول طالبان نے جنگی حکمت عملی کے تحت مولوی یونس خالص کے حوالے کیا ہے۔

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

افغانستان پر امریکی حملہ اس بڑی جنگ کی تمہید ہے جسے احادیث میں الملحمۃ العظمٰی کہا گیا ہے

یہود اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے عیسائی دنیا کو عالم اسلام کے خلاف صف آرا کریں گے

اصولی وفکری اعتبار سے ایمان باللہ' قانونی لحاظ سے ایمان بالرسالۃ جبکہ عملی اعتبار سے ایمان بالآخرۃ اہم ہے

قیامت کی علامت کا ظہور ہو چکا' لہٰذا ہر شخص انفرادی توبہ کرے' حرام سے بچے اور فرائض کی ادائیگی پر کمربستہ ہو جائے

اجتماعی توبہ کی صورت یہ ہے کہ حکومت پاکستان پر افغان پالیسی بدلنے اور ملک میں نفاذ شریعت کے لئے دباؤ بڑھایا جائے

طالبان افغانستان اور افغانی بھائیوں کی ہر ممکن مالی واخلاقی مدد کی جائے

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۹ نومبر کے خطاب جمعہ کی تلخیص

ہمارے دین کی جڑ اور بنیاد ایمان ہے۔ ایمان گویا کہ اس بنیاد کی مانند ہے کہ جس پر کوئی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ ایمان سے کیا مراد ہے؟ کن کن باتوں کو ماننے کا نام ایمان ہے؟ یعنی articles of faith کیا ہیں؟ قرآن مجید میں بھی بے شمار مقامات پر یہ امورِ ایمانی مختلف ترتیب سے بیان ہوئے ہیں۔ جنہیں ایمان مفصل اور ایمان مجمل میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ جمع کر دیا گیا ہے۔ ایمان مجمل میں صرف ایمان باللہ کا تذکرہ ہے کہ "میں مانتا ہوں کہ اللہ کو جیسے وہ اپنے اسماء اور صفات سے ظاہر ہے اور میں نے قبول کئے اس کے تمام احکام' اور میں اقرار کر رہا ہوں زبان سے اور تصدیق کر رہا ہوں دل سے"۔

ایمان مفصل میں گویا ایمان کی تفصیل ہے یعنی "میں ایمان لایا اللہ پر' فرشتوں پر' کتابوں پر' رسولوں پر' بعث بعد الموت پر' یومِ آخر پر اور تقدیر کی اچھائی اور برائی پر کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے"۔ ایمان کی تفصیل کے اعتبار سے قرآن مجید کے دو مقامات بہت اہم ہیں۔ ایک تو سورۃ البقرہ کی ابتدائی پانچ آیات ہیں: "یہ وہ کتاب ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ رہنمائی ہے ان لوگوں کے لئے جو تقویٰ کی روش اختیار کرنا چاہیں"۔ آگے ان لوگوں کا وصف بیان فرمایا: "یہ لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں"۔ یہ سارے امور جن پر ہم ایمان لاتے ہیں غیب سے متعلق ہیں۔ ان تک ہماری نگاہوں کی رسائی نہیں ہے۔ اللہ' آخرت' فرشتے' یہ سب ہمارے لئے غیب کے درجے میں ہیں۔ اگرچہ کتاب (قرآن) ہماری نگاہوں کے سامنے ہے' لیکن اس کا "منزل من اللہ" ہونا تو ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں ہے۔ یہ تو صحابہؓ کے سامنے بھی نہیں تھا' ان میں سے کسی نے قرآن کو حضور ﷺ پر اترتے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا۔ لہٰذا یہ سارے اُمور یعنی جنت' دوزخ' فرشتے' ملائکہ' قیامت سب غیب سے متعلق امور ہیں۔ غیب پر ایمان پہلا وصف ہے' کچھ اوصاف کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ فرمایا: "وہ نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اسے (اللہ کی راہ) میں خرچ کرتے ہیں"۔ آگے ایمان کے آرٹیکل بیان ہوئے ہیں: "اور یہ لوگ ایمان رکھتے ہیں اس پر بھی جو اے نبی ﷺ آپ پر نازل کیا گیا یعنی قرآن حکیم' اور اس پر بھی جو آپؐ سے پہلے نازل کیا گیا تھا (یعنی تورات' انجیل' زبور) اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں"۔

یہاں میں اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ قرآن یا تورات کو ماننے کے لئے ایمان کا لفظ آیا جبکہ آخرت کے لئے "یقین" کا لفظ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لغوی اعتبار سے ایمان مان لینے کو کہتے ہیں۔ ایمان کے دو درجے ہیں۔ ایک زبان سے مان لینا اور دوسرا دل سے تصدیق کرنا۔ اور آخرت وہ شے ہے کہ جس کے لئے ضروری ہے دل سے تصدیق ہو اور اس پر گہرا یقین ہو۔

دوسرا مقام جہاں ایمان کے آرٹیکلز کی تفصیل ہے' وہ آیۃ البر ہے یعنی اسی سورۃ بقرہ کی آیت ۱۷۷' جہاں فرمایا: "نیکی صرف اس کا نام نہیں ہے کہ اپنے چہرے مشرق یا مغرب کی طرف پھیر دو بلکہ نیکی تو یہ ہے کہ جو ایمان لایا اللہ پر اور یومِ آخرت پر' فرشتوں پر' کتابوں پر اور نبیوں پر"۔ باقی طویل آیت ہے جو اس وقت میرا موضوع نہیں ہے۔ یہ بات بھی واضح رہے کہ صرف یہی دو مقامات نہیں جہاں ایمان کے امور بیان کئے گئے بلکہ قرآن میں جا بجا یہ تفصیلات موجود ہیں۔ مثلاً سورۂ بقرہ کی آخری سے پہلی آیت میں بھی کچھ امور ایمانی کا تذکرہ آیا ہے ﴿اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡہِ مِنۡ رَّبِّہٖ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ ؕ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡ رُّسُلِہٖ﴾ بہرحال یہ پانچ امور ایمان بالعموم قرآن میں وارد ہوئے ہیں' لیکن علماء نے انہیں تین امور میں گروپ کیا ہے۔ ایمان باللہ یا توحید' اس میں اللہ کے اسماء صفات' اس کی توحید' اس کی شان سب آ جائیں گے۔ پھر ایمان بالرسالۃ ہے جس میں وحی پر ایمان' فرشتوں پر ایمان اور رسولوں پر ایمان بھی شامل ہے۔ اسی میں کتابوں پر ایمان بھی شامل ہے کہ وحی کا ریکارڈ ہی درحقیقت کتابوں کی شکل میں ہے اور وحی جس پر آئی ہے وہ رسول ہے۔ تیسرا ایمان بالآخرۃ ہے۔ اس کے بارے میں ہی آج مجھے تفصیل سے گفتگو کرنی ہے۔ ایمان بالآخرۃ کے لئے ایک اور لفظ بھی آتا ہے ایمان بالمعاد' جس کے معنی ہیں اللہ کی طرف لوٹنے پر ایمان۔

مختلف اعتبارات سے ان تینوں کا اپنی اپنی جگہ اہم مقام ہے۔ اصولی' نظری' فکری اعتبار سے' اصل ایمان' ایمان باللہ ہے۔ "آخرت پر ایمان" اللہ کی صفت عدل کا ظہور ہے جبکہ "ایمان بالرسالت" اللہ کی صفتِ ہدایت کا ظہور ہے۔ یعنی اہم ترین ایمان' ایمان باللہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایمان مجمل میں صرف ایمان باللہ کا ذکر ہے۔ جیسے ہماری زبان کا محاورہ ہے کہ ہاتھی کے پاؤں میں سب کے پاؤں' اسی طرح ایمان باللہ میں گویا کہ سارے ایمانیات موجود ہیں۔ لیکن قانونی اعتبار سے اصل ایمان' ایمان بالرسالت ہے۔ کوئی شخص خواہ موحد ہو' نیک ہو' صالح ہو لیکن اگر حضور ﷺ کو نہیں مانتا تو کافر ہے۔ گویا قانونی اعتبار سے کسی کے مسلمان ہونے کے لئے ایمان کا اہم ترین جزو ایمان بالرسالت ہے۔ جبکہ عمل کے اعتبار سے اہم ترین ایمان' ایمان بالآخرۃ ہے۔ آخرت کا یقین ہو گا تو آپ تیر کی طرح سیدھے رہیں گے۔ غلط کام کریں گے ہی نہیں۔ غلط کام ہوتا ہی اس وقت ہے جب ایمان بالآخرۃ کو

کوئی ضعف پہنچ جاتا ہے۔ مثلاً شفاعت باطلہ کا تصور کہ ہمیں چھڑانے والے موجود ہیں۔ لہٰذا کھاؤ' پیو عیش کرو۔ ان باطل تصورات کی وجہ سے ایمان بالآخرۃ کا ہونا نہ ہونا برابر ہو جاتا ہے جس کے باعث انسان کا عمل خراب ہوتا ہے۔

ایمان بالآخرۃ کے بارے میں پہلی بات یہ جان لیجئے کہ قیامت کے تین مراحل ہیں۔ پہلا مرحلہ نفخہ اولیٰ ہے۔ اللہ کے ایک جلیل القدر فرشتہ حضرت اسرافیلؑ صور ہاتھ میں لئے اللہ کے حکم کے منتظر ہیں' جونہی حکم ملے وہ پھونک ماریں۔ یہ پہلا مرحلہ ہوگا جسے قرآن ''الساعۃ'' کہتا ہے۔ ہم اس مرحلے کو غلط طور پر قیامت کہتے ہیں۔ اس مرحلے میں پہاڑ روئی کی طرح اڑیں گے۔ یہ تمام نظامِ شمسی درہم برہم ہو جائے گا۔ سورج اور چاند یکجا ہو جائیں گے۔ ایک بڑی عظیم ہلچل ہوگی۔ اس ساعۃ کے بعد پھر دوسرا نفخہ ہوگا جبکہ ہر جاندار پر موت طاری ہو جائے گی۔ پھر نفخہ سوئم ہوگا۔ اس مرحلے میں سب کے سب زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے۔ قیامت دراصل اس تیسرے مرحلے کا نام ہے۔ اس کے بعد چوتھا مرحلہ حساب کتاب کا ہے جبکہ میزان نصب کی جائے گی۔ پانچواں مرحلہ جزا و سزا کے فیصلے پر مشتمل ہوگا۔ اس پورے مجموعے کے لئے آخرت اور قیامت کا لفظ بھی استعمال ہو جاتا ہے۔

میرا آج کا موضوع قیامت کی علامات ہے۔ ہم بالعموم یہ سمجھتے ہیں کہ قیامت دور ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم یوم قیامت میں ہیں۔ قیامت کی پہلی اور سب سے اولین نشانی' حضور ﷺ کی بعثت ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے: ''میں آخری رسول ہوں اور تم آخری اُمت ہو''۔ یہ ایک مشہور حدیث ہے جو بخاری سمیت اکثر کتب احادیث میں موجود ہے کہ آپ نے اپنے داہنے ہاتھ کی دو انگلیاں انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ساتھ ملایا اور فرمایا ''میں اور قیامت بالکل اسی طریقے سے ساتھ ساتھ ہیں''۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ''میں تو عین قیامت میں بھیجا گیا ہوں''۔ یعنی میری بعثت سے قیامت کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ قرب قیامت کے حوالے سے صحابہ کا طرزِ عمل تو یہ تھا کہ ذرا تیز آندھی چلتی تھی تو سمجھتے تھے کہ قیامت آ گئی۔ قرآن مجید میں کوئی صفحہ نہ ہوگا کہ جس میں قیامت کا ذکر نہ ہوگا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ قیامت بہت دور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا ذہن' ہماری سوچ' ہماری نفسیات کا تعلق قرآن مجید کے ساتھ گہرا نہیں ہے۔ قرب قیامت کے حوالے سے قرآن مجید کے سترہویں پارے کی پہلی آیت جو دراصل سورۃ انبیاء کی پہلی آیت بہت اہم ہے' جہاں فرمایا: ''لوگوں کے لئے ان کے حساب کتاب کا وقت قریب آ چکا ہے اور وہ غفلت کے اندر اعراض کئے جا رہے ہیں''۔ سورۃ القمر میں ہے: ''دیکھو قیامت قریب آ چکی ہے اور چاند شق ہو گیا''۔ شق قمر کا معجزہ جو حضور ﷺ سے ظاہر ہوا قرآن نے اسے قیامت کی نشانیوں میں ایک نشانی کہا ہے۔

قیامت کی کچھ علامات جو احادیث میں آئی ہیں ان کو ہم علامات صغریٰ کہتے ہیں۔ ان کو چار چیزوں میں گروپ کیا جا سکتا ہے۔ (۱) اخلاقی گراوٹ عام ہو جائے گی (۲) گناہوں اور معاصی کا غلبہ ہو جائے گا (۳) علم کی کمی ہو گی (۴) جاہل لوگ مقتدر اور لیڈر بن جائیں گے۔ یہ علامات صغریٰ ہیں۔ اس کے علاوہ قیامت کی کچھ علامات ہیں جنہیں علامات وسطیٰ یعنی درمیانی علامتیں کہا جا سکتا ہے۔ ان علامات وسطیٰ میں سے دو علامتوں کا ذکر حدیث جبریل میں آیا ہے۔ پہلی علامت یہ ہے کہ لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی۔ اس کی ایک سے زیادہ تعبیرات ممکن ہیں لیکن جس تعبیر پر میرا اطمینان ہے وہ یہ ہے کہ اولاد اتنی سرکش ہو جائے گی کہ بیٹیاں ماؤں پر حکومت کریں گی اور مائیں بیٹیوں سے ڈریں گی' کسی بیٹی کی غلط حرکت پر ماں انگلی نہیں اٹھا سکے گی۔ دوسری نشانی آپؐ نے یہ بیان فرمائی وہ لوگ جن کے پاؤں میں جوتا نہیں ہے' جن کے جسم پر کپڑے نہیں ہیں اور جو نہایت مفلوک الحال ہیں اور بھیڑیں بکریاں چراتے ہیں' تم دیکھو گے کہ وہ اونچی اونچی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کریں گے۔ یہ ہے وہ نشانی جسے آج دبئی' ابوظہبی اور سعودی عرب میں دیکھا جا سکتا ہے۔ پچاس ساٹھ سال پہلے تک یہاں کچھ نہیں تھا۔ آج وہاں اب کئی کئی منزلہ عمارتیں ہیں اور اونچی عالیشان عمارتیں بنانے کا ایک مقابلہ جاری ہے۔

مختلف احادیث میں بیان کی گئی علامات وسطیٰ میں سے ایک اہم علامت سلسلۂ ملاحم یعنی خوفناک جنگوں کا سلسلہ ہے۔ انہی ملاحم کے ضمن میں بعد ازاں حضرت مہدی کا ظہور ہوگا۔ حضرت مہدی کی آمد کوئی خرق عادت واقعہ نہیں ہوگا۔ وہ دیگر مجددین کی طرح اس پندرہویں صدی کے مجدد ہوں گے جن کے ظہور کا وقت قریب آ چکا ہے۔ البتہ اس کے بعد ایک خرق عادت واقعہ بھی ظہور پذیر ہوگا اور وہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول۔ حضرت عیسیٰ کو اللہ نے آسمان پر زندہ اٹھا لیا تھا۔ قیامت کے نزدیک تیسرا بہت بڑا واقعہ خروج دجال کا ہوگا۔ مجھے اس وقت صرف ملاحم کے بارے میں گفتگو کرنی ہے۔ ہم اس وقت ان جنگوں کی دہلیز پر کھڑے ہیں بلکہ دہلیز سے کچھ آگے نکل آئے ہیں۔ ملاحم کے ضمن میں جو احادیث آئی ہیں ان میں ترتیب زمانی واضح نہیں ہے۔ یہ گویا ایک پزل ہے جسے جوڑنا پڑتا ہے' کہیں کوئی بات تفصیل سے آ گئی ہے' کہیں اجمالاً آ گئی ہے۔ کہیں کوئی بات پہلے آ گئی ہے' جبکہ کہیں پہلے کی بات بعد میں آ گئی ہے۔ اس پر محنت کرنی پڑتی ہے تو ایک نقشہ سامنے آتا ہے۔ لیکن اس میں اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔ کیونکہ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ جو بات مجھے سمجھ آئی وہ حتمی ہے۔ ہر صاحب علم اس سے اختلاف کر سکتا ہے۔ لیکن بہرکیف ان واقعات کا ظہور پذیر ہونا قطعی ہے کہ جن کی حضور ﷺ نے خبر دی ہے۔ اختلاف صرف اسی قدر ہو سکتا ہے کہ اس میں ترتیب کیا ہوگی۔ میری آج کی گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ ہم قیامت کے ماحول میں داخل ہو چکے ہیں۔

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہو گا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

خدا کے لئے دنیا کے دھندے اب چھوڑیئے اور اپنا دھیان آخرت کی طرف لگایئے۔ اب تو بقول اقبال یہ معاملہ ہے کہ۔

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

بہرحال ان احادیث سے میں جو سمجھا ہوں اس کے مطابق اس سلسلہ ملاحم کے چار دور ہوں گے۔ پہلا دور خلیج کی جنگ کا تھا جسے دس سال ہونے کو آئے ہیں۔ ایک ملک کے لئے تین چار لاکھ فوج جمع کی گئی۔ ۲۵' ۳۰ ملکوں نے اس میں حصہ لیا۔ عالم عرب' عالم اسلام اور مغرب جمع ہو گئے تھے۔ افغانستان پر حالیہ امریکی حملہ دراصل دوسرے مرحلے یعنی ''الملحمۃ العظمیٰ'' کی تمہید ہے۔ ان دونوں جنگوں کے پیچھے اصل پلاننگ یہودیوں کی ہو گی۔ لیکن وہ ان دونوں جنگوں میں پیچھے بیٹھے رہیں گے اور جنگ میں حصہ نہیں لیں گے۔ اس میں پہلا دور تو خلیج کی جنگ کی صورت میں تو گزر چکا جس میں یہودی سامنے نہیں آئے۔ اس جنگ کے بارے میں حدیث میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے کہ اے مسلمانو تم عیسائیوں کے ساتھ ایک صلح کرو گے اور تیسری طاقت کے خلاف جنگ کرو گے اور تمہیں بڑی سہولت کے ساتھ فتح حاصل ہو جائے گی۔ اور بہت سا مال غنیمت بھی ملے گا۔ یہ ساری تفصیل حدیث کے اندر موجود ہے۔ میرے نزدیک خلیج کی جنگ اس حدیث کا مصداق تھی کہ جو گزر چکی ہے۔ اور یہ بات نوٹ کر لیجئے کہ یہ جنگ دراصل اسرائیل کی حفاظت کے لئے لڑی گئی تھی۔ اب دوسری جنگ ہو گی۔ یہ عظیم ترین صلیبی جنگ ہو گی۔ جس کا آغاز افغانستان پر حملے کی صورت میں کر دیا گیا ہے۔ اس جنگ کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا: ''پوری عیسائی دنیا یکجا ہو جائے گی اور ۸۰ جھنڈوں تلے وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہوں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار کی فوج ہو گی''۔ اس وقت جو پاکستان اور افغانستان میں ہو رہا ہے اس عظیم جنگ کی تمہید ہے جس کو احادیث میں ''الملحمۃ العظمیٰ'' اور ''الملحمۃ الکبریٰ'' کا نام دیا گیا ہے جبکہ بائبل میں اسے آرمیگاڈان کہا گیا ہے اور اس جنگ کا اصل میدان مشرق وسطیٰ کا علاقہ ہوگا۔

اس بات کو سمجھ لیجئے کہ یہ جنگ کیوں ہوگی۔ دراصل یہودی قریباً دو ہزار سال کے بعد اس ملک میں آباد ہوئے‘ جسے وہ اپنی آبائی جاگیر سمجھتے ہیں۔ فلسطین کو وہ اپنا گھر کہتے ہیں۔ اس لئے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے دوسرے بیٹے حضرت اسحاقؑ کو وہاں آباد کیا تھا۔ حضرت اسحاقؑ کے بیٹے یعقوبؑ تھے۔ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹوں میں سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے ہیں جو یہاں آباد تھے۔ ستر عیسوی میں جنرل ٹائٹس رومی نے انہیں یہاں سے بے دخل کر دیا تھا‘ حضرت سلیمانؑ کا بنایا ہوا تھا ہیکل مسمار کر دیا اور ایک لاکھ ۳۳ ہزار یہودی اس نے ایک دن میں قتل کئے۔ باقی یہودیوں کو فلسطین سے نکال دیا اور وہ پوری دنیا میں منتشر ہو گئے۔ اس دوران پوری دنیا میں یہودیوں کو ذلیل سمجھا جاتا تھا۔ ان سے نفرت کی جاتی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ عذاب کے بڑے لمبے دور سے گزرے ہیں۔ لیکن اس عرصے میں انہوں نے محنت کر کے شاطرانہ انداز میں ایک کامیابی حاصل کی۔ عیسائیت کو کیتھولکس اور پروٹسٹنٹ دو فرقوں میں پھاڑ دیا۔ پروٹسٹنٹ کے ذریعے نیا مذہب ایجاد کروا کر اور ان کو اپنا آلہ کار بنا لیا اور ان کے ذریعے سے سود کی اجازت حاصل کر لی اور یورپ میں بڑے بڑے بینک قائم کر کے بیٹھ گئے۔ پھر یورپ میں جنگیں کروائیں‘ ان جنگوں کے اخراجات کے لئے یہ بینک منہ مانگی شرح سود پر قرضہ دیتے تھے۔ ان قرضوں کے ذریعے عالم عیسائیت کی رگ جاں یہودیوں نے اپنے قبضے میں کر لی۔ سب سے پہلا پروٹسٹنٹ ملک برطانیہ تھا‘ جو اس صدی کے شروع میں گویا پروٹسٹنٹس کا امام تھا۔ برطانیہ کے وزیر خارجہ بالفور کے ذریعے سے ۱۹۱۷ء میں انہوں نے یہ حق حاصل کر لیا کہ ہم دوبارہ فلسطین میں آ کر آباد ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد ان پروٹسٹنٹس کا نیا امام امریکہ بنا تو انہوں نے ۱۹۴۸ء میں امریکہ کے ہاتھوں اسرائیل قائم کرا لیا اور اپنا وہ ملک جہاں دو ہزار سال تک ان پر پابندی رہی۔ وہاں بالآخر اپنی حکومت بنا لی اور فلسطین کو تقسیم کر دیا گیا کہ یہ علاقے فلسطینیوں کے پاس رہیں گے‘ باقی یہ اسرائیل کا علاقہ ہے۔ پھر ٦٦ء میں جنگ ہوئی تو انہوں نے اردن سے ویسٹ بنک لے لیا۔ شام سے بولان ہائٹس اور مصر سے سینائی پینسولا چھین لیا۔ اس کے بعد یروشلم بھی پوری طرح سے ان کے قبضے میں آ گیا جہاں حضرت سلیمانؑ کا بنایا ہوا کعبہ تھا جسے ۷۰ء میں ٹائٹس رومی نے مسمار کیا تھا اور جواب تک منہدم پڑا ہے۔ اب یہودی چاہتے ہیں کہ اسرائیل کے اندر سے فلسطینیوں کا وجود ختم کر دیا جائے۔ دوسرا کام وہ یہ کرنا چاہتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ اور گنبد صخریٰ کو گرا کر یہاں اپنا تھرڈ ٹیمپل تعمیر کریں۔ اس کی تعمیر میں جو ساز و سامان استعمال ہونا ہے وہ تیار کیا جا چکا ہے۔ اس کی بنیاد کے لئے کئی کئی ٹن وزنی پتھر تیار کئے گئے ہیں۔ گویا پوری تیاری ہے۔ انہیں ایک اندیشہ افغانستان اور پاکستان سے ہے‘ کیونکہ عالم عرب کے بارے میں وہ جانتے ہیں کہ ان میں کوئی سکت ہی نہیں ہے۔ اگرچہ نوجوانوں کی ایک کھیپ وہاں غیر محسوس طور پر تیار ہو رہی ہے جو بہت جوشیلی ہے تاہم وہاں کی حکومتیں سب کی سب امریکہ کی جیب میں ہیں اور اسرائیل کے سامنے سرنگوں ہیں۔

پاکستان اور افغانستان سے انہیں اندیشہ ہے کہ ان کے منصوبوں کی تکمیل میں صرف یہ دونوں رکاوٹ ڈال سکتے ہیں۔ دوسرا اندیشہ انہیں امریکہ سے ہے‘ امریکہ اگرچہ ان کا محافظ ہے لیکن وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ کوئی ایسی شکل ہو کہ سارے عرب بھی میرے دشمن نہ ہو جائیں۔ لہٰذا امن کی رٹ اصل میں امریکہ کی ہے۔ اسرائیل امن نہیں چاہتا لیکن امریکہ کی بات کو رد کیسے کرے‘ چنانچہ اسرائیل نے ۱۱ ستمبر کے واقعات کے ذریعے امریکہ کو چیلنج کیا ہے کہ ہمارے راستے میں مت آؤ۔ دوسرا ان حادثات سے یہودیوں نے یہ فائدہ اٹھایا کہ ذرائع ابلاغ پر چونکہ ان کا قبضہ ہے لہٰذا انہوں نے رٹ لگائی کہ یہ اسامہ کا کام ہے تاکہ امریکہ غصے میں لال پیلا ہو کر افغانستان پر اور پاکستان پر ٹوٹ پڑے۔ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت ختم کرے اور افغانستان کا بھرکس نکال دے جیسا کہ عراق کا نکالا تھا۔ اگر بالفرض امریکہ پر یہ بات منکشف ہو جائے کہ یہ اسامہ نے نہیں کیا تھا‘ یہ تو یہودیوں نے کیا ہے تو اس کو پیغام پہنچ جائے گا کہ یہودی میرے ساتھ کیا کچھ کر سکتا ہے۔ دراصل انہوں نے افغانستان میں جنگ کی آگ اس لئے بھڑکائی ہے کہ ایک تو جہاد اور جہادی قوتوں کا یہ سرچشمہ (ریزروائر) ختم ہو جائے اور دوسرے یہ کہ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت پر قبضہ کیا جائے۔ یہ ہے موجودہ جنگ کا پس منظر۔ یہ تمہید ہے اس بڑی جنگ کی جو مشرق وسطیٰ میں لڑی جانی ہے۔ اس جنگ کا اصل دور اس وقت شروع ہوگا جب اسرائیل مسجد اقصیٰ اور گنبد صغریٰ کو منہدم کرے گا۔ اس وقت پورے عرب ممالک میں نوجوانوں کا ایک طوفان اٹھے گا۔ یہ طوفان ان تمام امریکہ نواز حکومتوں کو تنکے کی طرح بہا کر لے جائے گا۔ یہ طوفان جو اٹھے گا تو پھر اسرائیل کے بس کا روگ نہیں ہے کہ اسے سنبھال سکے‘ اس کے لئے ضرورت ہے پوری مغربی عیسائی دنیا کی طاقت کی‘ دراصل موجودہ جنگ کے ذریعے اسی کی تیاری ہو رہی ہے‘ اس کے لئے نیٹو کو دوبارہ چوکس کیا جا رہا ہے۔ البتہ اس جنگ میں مسلمانوں کا اور خاص طور پر عربوں کا بہت نقصان ہوگا۔ عربوں کا جرم یہ ہے کہ ان کے پاس اللہ کا کلام ان کی مادری زبان میں موجود ہے‘ پھر بھی انہوں نے اس کتاب کو اپنا امام نہیں بنایا بلکہ اللہ کے دین اور اس کی کتاب سے بے وفائی اختیار کی۔ دوسرے نمبر پر مجرم مسلمانان پاکستان ہیں‘ جنہوں نے اسلام کے نام پر یہ ملک حاصل کیا لیکن اسلام ابھی تک یہاں نہیں آیا۔ اب تو کفر باقاعدہ چیلنج کر رہا ہے کہ ہے کوئی مدمقابل تو میدان میں آئے۔ آج سے پہلے سیکولرازم کی یہ للکار کبھی نہیں تھی۔ لہٰذا ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا حشر کیا ہوگا! لیکن ابھی وقت ہے۔ اگر ہم آخرت کی زندگی کو ترجیح دیں‘ اگر ہم انفرادی سطح پر سچی توبہ کریں اور فرائض کی ادائیگی پر کمر کس لیں اور اپنی معیشت اور معاشرت کو حرام چیزوں سے پاک کر لیں تو ہماری آخرت سنور سکتی ہے۔ اس کے ساتھ اجتماعی توبہ کی شکل یہ ہے حکومت پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ اپنی افغان پالیسی پر نظر ثانی کرے اور اپنے مسلمان افغان بھائیوں کے خلاف کفار کا ساتھ نہ دے۔ اس کے ساتھ ہی پاکستان میں نفاذ شریعت کی بھرپور تحریک چلائی جائے اور حکومت پر دباؤ ڈالیں کہ یہاں اسلام نافذ کریں جس کے لئے یہ ملک بنایا گیا تھا تاکہ پاکستان پر مسلط اللہ کا عذاب ٹل جائے۔ تیسرے یہ کہ افغان بھائیوں کی ہر ممکن مالی و اخلاقی مدد کی جائے۔ صرف اسی صورت میں ہم دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکیں گے۔ ورنہ کوئی بعید نہیں کہ ہم پر عذاب کا کوڑا برسے اور توبہ کی مہلت بھی نہ ملے۔

(مرتب : فرقان دانش خراسانی)

بقیہ : افکار معاصر

میں ان کے دیرپا قومی مفادات کیونکر اس کی اجازت دیں گے؟ اور جب نہیں دیں گے تو ان کی بدلی ہوئی حکمتِ عملی مزاحمت کرنے والوں کی اعانت کے سوا اور کون سی راہ منتخب کرے گی؟

۴) عالم اسلام کے طول و عرض میں پھیلے ایک ارب دس کروڑ مسلمانوں میں جو ردعمل برپا ہے‘ کیا وقت گزرنے کے ساتھ وہ بڑھتا نہیں چلا جائے گا اور کیا یہ مزاحمت کی اسلحی اور غیر اسلحی شکلوں کے ساتھ امریکی مفادات پر ضرب نہ لگائے گا ...... اور یہ کہ امریکی اس مزاحمت کی قیمت کب تک ادا کرتے رہیں گے؟

جناب والا! مکرر عرض ہے کہ یہ ایک مختصر جنگ ہرگز نہیں۔ اس کی شکل اور نوعیت بدلتی رہے گی لیکن یہ برسوں بلکہ عشروں تک جاری رہے گی‘ حتیٰ کہ اس کرہ ارض کے لئے ایک نیا عمرانی معاہدہ وجود میں آئے۔ خود پسند صدام حسین نے غلط نہیں کہا تھا: ”خلیج کی جنگ نہیں‘ بلکہ یہ ۷ اکتوبر سے شروع ہونے والا معرکہ ہے‘ جسے تاریخ ”ام المحارب“ یعنی جنگوں کی ماں کے نام سے یاد رکھے گی“۔ جو زندہ رہے‘ وہ دیکھ لیں گے کہ وہ ایسے خیرہ کن واقعات دیکھیں گے جو خدا کی بستی میں نزول آدم سے لے کر آج تک رونما نہیں ہوئے۔ (بشکریہ: روزنامہ خبریں ۱۲ نومبر ۲۰۰۱ء)

امریکی دورے سے وابستہ توقعات نقش برآب ثابت ہوئی ہیں

طالبان نے کابل سے پسپائی جنگی حکمتِ عملی کے تحت اختیار کی ہے

افغان مسئلے پر ریفرنڈم کرانے سے حکومت پر اصل حقیقت آشکارا ہوجائے گی

افغانستان میں مستقبل کی حکومت کے بارے میں صدر مشرف کا بیان تضادات کا حامل ہے

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

ابوالحسن

دو ہفتہ قبل پاکستان کے فوجی صدر پرویز مشرف کو اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان نے نیویارک آنے اور اقوام متحدہ کے اجلاس سے خطاب کرنے کی خصوصی دعوت دی تھی اُس وقت بھی راقم کا ذہن اس طرف منتقل ہوا تھا کہ یہ دعوت کوفی عنان نے خود نہیں دی بلکہ اُس سے دلوائی گئی ہے حقیقت یہ ہے کہ صدر بش صدر پرویز مشرف سے بالمشافہ گفتگو کرنا چاہتے تھے لیکن سپریم پاور امریکہ کے صدر کی شان کے خلاف تھا کہ ایک چھوٹے غریب اور اپنے محتاج ملک کے فوجی ڈکٹیٹر کو وہ باضابطہ طور پر امریکہ کے دورے کی سرکاری دعوت دیتے لہٰذا کوفی عنان کے ذریعے انہیں طلب کرلیا گیا۔ صدر پرویز مشرف نے اِس موقع کو غنیمت جانا وہ ایران اور ترکی ٹھہرتے ہوئے لندن اور پیرس پہنچے جہاں اُن کی بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ دو دن صدر شیراک اور ٹونی بلیئر سے مذاکرات کئے یہاں بھی صدر پرویز مشرف نے افغانستان میں وسیع البنیاد اور کثیر النسلی حکومت قائم کرنے کی رٹ لگائے رکھی حیران کن بات یہ ہے کہ اکثر معاملات میں اپنی بات کو بڑے مدلل انداز میں پیش کرنے والے پرویز مشرف افغانستان میں حکومت قائم کرنے کے بارے میں ایک ہی جملہ میں دو متضاد باتیں کہتے ہیں ایک طرف اُن کا مطالبہ ہے کہ افغانستان میں کیسی حکومت قائم ہو اس کا فیصلہ کرنا صرف افغانیوں کا کام ہے باہر سے کوئی حکومت مسلط نہیں کی جانی چاہئے اُسی سانس میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ افغانستان میں وسیع البنیاد اور کثیر نسلی حکومت بننی چاہئے۔ سوال یہ ہے کہ آپ کو کس نے حق دیا ہے کہ افغانستان میں حکومت کے اجزائے ترکیبی تجویز کریں۔ آپ کا اپنا معاملہ یہ ہے کہ آپ نے پاکستان میں ایک جمہوری حکومت کو گن پوائنٹ پر ختم کرکے حکومت پر غاصبانہ قبضہ کیا ہے اور خود بخود چار پانچ ٹوپیاں پہن لی ہیں اور غیر آئینی طریقے سے اپنی مدت ملازمت میں توسیع کرلی ہے آپ کسی دوسرے ملک میں وسیع البنیاد حکومت قائم کرنے کی بات کس منہ سے کرتے ہیں یہاں اس بات کا تذکرہ بھی بے جا نہیں ہوگا کہ آپ بار بار پاکستان میں یہ کہتے رہے ہیں کہ اور دیارِ غیر میں جاکر بھی آپ نے یہ کہنے میں جھجک محسوس نہیں کی کہ جو مذہبی جماعتیں پاکستان میں احتجاج کررہی ہیں وہ فساد پھیلانے والے لوگ ہیں اُن کی تعداد بہت قلیل ہے اور انتخابات میں اُنہیں دو فیصد ووٹ بھی نہیں ملتے اور پھر کہ یہ ایسی اقلیت اکثریت کو یرغمال نہیں بنا سکتی۔ صدر محترم ایک فوجی ڈکٹیٹر کو یہ بات کیسے زیب دیتی ہے جو بار بار کے مطالبے کے باوجود افغان مسئلے پر پاکستان میں ریفرنڈم کروانے کو تیار نہیں۔ آپ اپنی فوج کے جوانوں ہی سے ذرا رائے لے لیں کہ اُنہیں آپ کا امریکہ کا اتحادی بننے کا فیصلہ کیسا لگا ہے تو یقیناً حقیقت آپ پر آشکار ہوجائے گی۔

صدر پرویز مشرف کے پیرس' لندن اور نیویارک کے دورے کے نتائج سے خود اُن کے چہیتے اور اُن کے موقف کی بھرپور تائید کرنے والے کالم نگار مایوسی کا شکار نظر آتے ہیں جو بڑی بڑی توقعات اس دورہ سے لگائی گئی تھیں وہ سب نقش برآب ثابت ہوئی ہیں جس امدادی رقم کا اعلان کیا گیا ہے وہ توقع سے بہت کم ہے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کس نوعیت کی ہوگی قرضوں میں کیا سہولت دی جائے گی علاوہ ازیں جن تجارتی مراعات کا اعلان ہوا ہے وہ کس طرح قابل عمل بنائی جائیں گی کچھ واضح نہیں ہے۔ اندھیرے میں تیر چلائے جارہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ اپنے سابقہ طرزِ عمل کے مطابق دیکھے گا کہ اُسے پاکستان کی کتنی ضرورت ہے اس لحاظ سے پاکستان سے ڈیل کرے گا پھر یہ کہ بڑے طمطراق سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ ہمیں ہمارے خریدے ہوئے ۲۸ ایف ۱۶ طیارے دیئے جائیں لیکن ہر قسم کے سفارتی آداب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے پرویز مشرف کی نیویارک میں موجودگی میں صاف صاف کہہ دیا گیا کہ ایف ۱۶ انہیں دیئے جائیں گے۔ یہ بھی زبردست توقع تھی کہ صدر بش پرویز مشرف کو دعوت دیں گے کہ اگلے چند ہفتے میں وہ امریکہ کا سرکاری دورہ کریں گے لیکن یہ خواہش بھی پوری نہیں ہوسکی۔ کشمیر کے مسئلہ پر پرویز مشرف نے ایک بار پھر بڑا زور شور دکھایا لیکن امریکہ نے لیپاپوتی کے سوا کچھ نہیں کیا۔

تازہ ترین صورت حال یہ ہے کہ طالبان مزار شریف سے پسپا ہوچکے ہیں اور شمالی اتحاد نے شہر پر قبضہ کرلیا ہے اور اگلے ہی روز طالبان نے کابل بھی خالی کردیا اور شمالی اتحاد کی فوجیں کابل میں بھی داخل ہوگئی ہیں۔ صدر مشرف نے نیویارک میں بڑے زور سے کہا تھا کہ شمالی اتحاد کو کابل میں کسی قیمت پر داخل نہیں ہونا چاہئے تھا صدر بش نے بھی اس مطالبہ کی حمایت کی تھی کہ جب تک کوئی وسیع البنیاد حکومت وجود میں نہ آجائے شمالی اتحاد کو کابل میں داخل نہیں ہونا چاہئے خدا جانے وہ حقیقتاً ایسا چاہتے تھے یا یہ بات اپنے اتحادی مہمان کی بات کی لاج رکھنے کے لئے محض کہنے کے لئے کہہ دی بہرحال شمالی اتحاد کی فوجیں کابل میں داخل ہوچکی ہیں اور طالبان کی فوجیں قندھار کی طرف پسپا ہوگئی ہیں طالبان نے کہا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ بالکل درست کہا ہے کہ یہ پسپائی جنگی حکمتِ عملی کے تحت اختیار کی گئی ہے وہ ایک لڑائی ہار گئے ہیں جنگ نہیں ہارے۔ جنگ ان شاء اللہ جاری رہے گی البتہ اس کی نوعیت بدل جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ پشتونوں کے بغیر افغانستان میں کسی پائیدار اور مستحکم حکومت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ظاہر شاہ پختون ضرور ہے لیکن اس ستاسی سالہ بوڑھے کو کھڑا ہونے کے لئے خود سہارے کی ضرورت ہے۔ اسے اپنے حواس پر قابو رکھنا مشکل ہوگا وہ حکومت کیسے قائم کرے گا۔ لہٰذا عالمی ٹھیکیدار افغانستان میں جو

(باقی صفحہ 10 پر)

پاکستان — فیصلہ کن دوراہے پر!

۱۱/ستمبر کو دنیا کی واحد عالمی طاقت امریکہ کی معاشی برتری کی علامت ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور عسکری دفاعی مرکز پنٹاگون قیامت خیز تباہی سے دوچار ہو گئے۔ امریکی صدر جارج ڈبلیو بش نے فوراً اس کی ذمہ داری اسامہ بن لادن اور اس کی تنظیم القاعدہ پر ڈال دی اور افغانستان سے "ان" دہشت گردوں کو امریکہ کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا۔ امریکی صدر نے پاکستان کی تقدیر کے بلاشرکت غیرے مالک و مختار جنرل پرویز مشرف کو گن پوائنٹ پر امریکہ سے دوستی یا دشمنی؟ کا فرعونی فرمان جاری کیا۔ کرۂ ارضی کے اس بڑے فرعون کے آگے چھوٹے میاں نے پاکستان کی ہر چیز امریکہ کے نام کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس عرصہ میں امریکہ نے عالم کفر سے مل کر اور جنرل پرویز مشرف کے خصوصی تعاون کے ذریعے افغانستان کو اپنی بربریت اور دہشت گردی کا نشانہ بنایا ہوا ہے۔ پاکستان کے حاکم اعلیٰ پرویز مشرف اور ان کے حواری اور حکومتی دانشور "امریکی غلامی" کی اختیار کردہ "دانش مندانہ پالیسی" پر حقیقت پسندی اور حکمت و دانش کے ڈونگرے برسا رہے ہیں تو دوسری طرف دنیا کا اجتماعی ضمیر "بش مشرف" حکمت عملی پر ماتم کناں ہے۔ امریکہ کے موجودہ صدر بش کے پیش رو بل کلنٹن نے گزشتہ سال پاکستان اور بھارت کے دورہ کیا تھا اور اس موقع پر پاکستان کو امریکی غلامی اختیار کرنے کی محبت بھری دھمکی دی تھی۔ اس تناظر میں پاکستان کے "مرد قلندر" ڈاکٹر اسرار احمد نے ملک و ملت کے مستقبل کے حوالے سے اپنے خدشات اور توقعات کا ذکر کیا تھا۔ یہ سب کچھ "پاکستان — ایک فیصلہ کن دوراہے پر!" کے نام سے ایک کتابچے میں موجود ہے۔ اس کتابچے کو پاکستان کے باشعور طبقات تک پہنچایا گیا تھا۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے خطاب میں جو اندیشے ظاہر کئے تھے وہ آج حرف بحرف درست ثابت ہو چکے ہیں۔ چنانچہ امریکی غلامی کو آج نوشتہ دیوار کی صورت میں "ہر دیدہ و بینا" رکھنے والا شخص پڑھ اور دیکھ سکتا ہے۔ اسلام کے مستقبل کے حوالے سے محترم ڈاکٹر صاحب کی توقعات اور امیدیں کب رنگ لائیں گی' یہ ابھی پردۂ غیب کی باتیں ہیں۔ ہمیں دعا بھی کرنی چاہئے اور امید بھی رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان اور اہل پاکستان کو بالآخر اپنی اصل منزل سے ہمکنار فرمادے گا' آمین۔

زیر نظر مضمون جسے جناب نعیم اختر عدنان نے مرتب کیا ہے' محترم ڈاکٹر صاحب کے مذکورہ بالا خطاب کے خلاصہ پر مشتمل ہے جس کے ذریعے اسلام کے عمرانی فکر کے حوالے سے محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی "دور بینی" اور "دور اندیشی" کی ایک جھلک قارئین واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ امت مسلمہ کے درماندہ کاروان کی رہنمائی کے لئے ڈاکٹر صاحب جیسے "دیدہ ور" کا سایہ تادیر برقرار رکھے۔ (ادارہ)

بل کلنٹن کے جنوبی ایشیا کے دورہ کے موقع پر بی بی سی کے تجزیہ نگار نے کہا تھا کہ امریکہ نے پاکستان کو دھوپ میں کھڑا کر دیا ہے کہ اب وہ اپنے لئے خود سایہ بنائے یا سایہ تلاش کرے۔ یہ ایک دوراہا ہے۔ ہمارے سامنے دو راستے ہیں' اِدھر یا اُدھر' یا چناں کن یا چنیں! ہمارے قومی وجود کا یہ dilemma ہمارے سامنے ہے کہ ہمیں کون سا راستہ اختیار کرنا ہے۔ ہم نے اُس وقت اسلام کے نام پر ملک بنایا جبکہ پوری دُنیا میں سیکولرزم' لادینیت اور اباحیت پسندی کا دَور دَورہ تھا۔ اس اعتبار سے پاکستان کا قیام پوری دُنیا کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا تھا ۔

نعرہ زد عشق کہ خونیں جگرے پیدا شد
حسن لرزید کہ صاحب نظرے پیدا شد

لیکن اب صورتحال بہت مختلف ہے۔ اپنے قیام سے اب تک ہم نے بہت قیمتی باون سال ضائع کئے۔ اس دوران ہم نے اپنے آپ کو برباد کیا' اپنی تباہی کے لئے خود اپنے ہاتھوں گڑھا کھودا۔ اب ہم جہاں کھڑے ہیں یہ ایک دوراہا ہے۔

پہلا متبادل راستہ

اس دوراہے میں ایک راستہ تو یہ ہے کہ :

❶ ہم اپنے مقصدِ وجود اور اپنے نظریاتی پس منظر کو بھول جائیں۔ یہ فراموش کر دیں کہ پاکستان کیوں بنا تھا! اور تحریک پاکستان کا کیا پس منظر تھا! یہ بھی بھول جائیں کہ ہم نے یہ اسلامی نظریاتی ملک اس لئے بنایا تھا کہ ہم بقول قائد اعظم عہد حاضر میں اسلام کے اصولِ حریت و اخوت و مساوات کا دُنیا کے سامنے ایک نمونہ پیش کرنا چاہتے تھے اور مبشر پاکستان علامہ اقبال کے اس خواب کو بھی بھول جائیں کہ "مجھے یقین ہے' اگر ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک آزاد مسلمان ریاست قائم ہو گئی تو ہمیں موقع مل جائے گا کہ عرب ملوکیت کے دور میں اسلام کے چہرے پر جو بدنما داغ آ گئے تھے ان کو دھو کر اصل اسلام دُنیا کے سامنے پیش کر سکیں"۔

❷ مغربی سیکولر جمہوریت کو پوری یکسوئی کے ساتھ اختیار کر لیں۔ اس ضمن میں اس وقت تو ایک ہی مطالبہ ہے کہ جمہوریت بحال کرو۔ لیکن جمہوریت کی بحالی کے ساتھ ساتھ دو مطالبے اس کے اندر مضمر ہیں۔ ایک یہ کہ تم نے مذہب کی بنیاد پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا' مذہب کی بنیاد پر انسانوں میں فرق پرانے زمانے کی دقیانوسیت ہے۔ آپ کو تو مسلمان اور ہندوؤں کے درمیان بھی فرق نہیں کرنا چاہئے' کجا یہ کہ ایک قوم جو اپنے آپ کو مسلمان کہتی

> ایک راستہ تو یہ ہے کہ ہم اپنے مقصد وجود
> اور اپنے نظریاتی پس منظر کو بھول جائیں

ہے اسے آپ نے اپنے قومی وجود سے کاٹ پھینکا ہے۔ دوسرے یہ کہ قانونِ تحفظ ناموسِ رسالت کو ختم کرو' اس قانون کو کالعدم قرار دو۔

❸ کشمیر کو بھول جائیں۔ اگر بھارت لائن آف کنٹرول کو مستقل سرحد ماننے پر تیار ہو جائے تو بہت غنیمت۔ وہ تو آزاد کشمیر پر حملہ کرنے کے لئے تلا ہوا ہے۔

❹ اپنا نیوکلیئر پروگرام رول بیک کریں اور سی ٹی بی ٹی پر فوراً دستخط کریں۔ تم نیوکلیئر پاور بننا چاہتے ہو؟ تمہاری معیشت کا دیوالیہ نکل چکا۔ یہ تو ہم نے تمہیں سپورٹ دے کر زندہ رکھا ہوا ہے۔

❺ جہادی تنظیموں کو کچل ڈالیں۔

❻ طالبان سے تمام روابط ختم کر دیں۔ طالبان کے گھیراؤ کے لئے امریکہ نے جو سکیم تیار کی ہے اس کے اندر اس کا ساتھ دیں اور اسامہ بن لادن کو پکڑنے میں ذریعہ بنیں۔

۷ دینی مدارس پر کریک ڈاؤن کیا جائے۔ دینی مدارس کو ختم کر کے دینی تعلیمات کو کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل کر دو۔

۸ ورلڈ بینک' IMF' WTO اور اس کے ذیلی ادارے TRIPS کے تمام تقاضوں اور مطالبات کو پورا کریں۔ یعنی اپنے عوام کا خون نچوڑ دو' اور خون نکال کر ان کے ہاں پیش کر دو۔ گلوبلائزیشن کو اب پوری دنیا میں "گوبولائزیشن" کہا جا رہا ہے کہ ہم پوری دنیا کی معیشت کو ہڑپ کر جائیں' باقی سب ہمارے رحم و کرم پر رہ جائیں' ہماری ملٹی نیشنلز ہوں گی' انہی کی حکومتیں ہوں گی' انہی کے ملازم ہوں گے۔ اس وقت پوری دنیا میں ہو رہا ہے۔

۹ بھارت کو سیدھے سیدھے علاقائی سپر پاور کی حیثیت سے تسلیم کریں اور اس کے سامنے سر جھکائیں۔ اپنے ذہن سے بھارت کا مد مقابل ہونے کا خناس نکال دیں۔

۱۰ یورپی اور بھارتی ثقافتی یلغار کے لئے اپنے دروازے کھول دیں۔ اور مساواتِ نسواں (Femininism) کے فروغ کی خاطر NGOs کے لئے میدان خالی کر دیں کہ وہ جس طرح چاہیں اس معاشرے کے اندر سے عائلی نظام کے خاتمے کا معاملہ کریں۔

ان دس نکات کو اگر ہم تسلیم کر لیں تو ہمیں امریکی پشت پناہی حاصل رہے گی' ہمیں IMF کی قسطیں ملتی رہیں گی اور ہمارے قرضوں کی ری شیڈولنگ ہوتی رہے گی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی بحران کے وقت ہمیں bail out کرنے کے لئے کوئی اور قدم اس سے بڑھ کر بھی اٹھا لیا جائے' بشرطیکہ ہم یہ راستہ اختیار کریں۔

دوسرا متبادل راستہ

اس کے برعکس دوسرا راستہ کیا ہے' اس کے بھی دس نکات ہیں :

۱ سب سے پہلی بات یہ کہ اپنے قیام کی وجہ جواز اور اپنی نظریاتی اساس سے از سر نو وابستگی اختیار کی جائے' اور ہم پوری دنیا میں اس نظریے اور نظام کے علم بردار بن کر داعی کی حیثیت سے کھڑے ہو جائیں۔

۲ پوری دنیا سے isolate ہونے کے خطرے کو ذہناً قبول کرتے ہوئے توبہ اور انابت کے ذریعے اپنا رشتہ صرف اللہ رب العزت سے استوار کیا جائے۔

کیا ڈر ہے اگر ساری خدائی ہے مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے!

۳ شریعت اسلامی کے عملی نفاذ کے عمل کو تیز رفتاری سے بروئے کار لایا جائے۔

۴ اندرونی اور بیرونی طور پر سود کو فوراً ختم کیا جائے' اس لئے کہ ہماری معیشت اس کے بغیر مستحکم ہو ہی نہیں سکتی۔ ہم ان سے ڈنکے کی چوٹ کہہ سکتے ہیں کہ سودی لین دین ہمارے اللہ نے حرام کیا ہوا ہے۔ اور اب تو ہماری سپریم کورٹ کا شریعت اپیلیٹ بینچ یہ فیصلہ کر چکا ہے' لہٰذا ہم سود نہیں دے سکتے' یہ حرام ہے' باقی رہا اصل قرضہ تو وہ ہم اپنی سہولت سے دیں گے۔

۵ بیرونی اعتبار سے چین کی طرف سے دوستی کی پیشکش کا خیر مقدم کیا جائے۔ چینی حکومت کے کسی اعلیٰ عہدیدار نے کہا ہے کہ ہم پاکستان کے ساتھ دفاعی معاہدہ کرنے کیلئے بھی تیار ہیں۔ اگر یہ بات کہی گئی ہے تو ہمیں آگے بڑھ کر چین کا ہاتھ تھامنا چاہئے اور فوری طور پر یہ کام کرنا چاہئے۔ یہ دنیوی اعتبار سے بظاہر ایک سہارا ہے' اگرچہ یہ سہارا بھی ہمیشہ نہیں رہے گا' ماضی قریب میں روس اور چین نے چیچنیا کے معاملے میں ایک دوسرے سے معانقہ کر کے پوری دنیا کو یہ اعلان سنایا ہے کہ ہمارے اندرونی معاملات میں اگر کسی نے دخل دیا تو ہم ایٹمی ہتھیار استعمال کریں گے۔ چائنا اور روس کا ایک اور نیا معاہدہ طالبان کے خلاف ہوا ہے۔ اس لئے کہ ان دونوں کو مسلمانوں کی احیائی تحریکوں سے شدید خطرہ ہے۔ تقریباً پانچ کروڑ مسلمان سنکیانگ کے اندر آباد ہیں اور وہاں بھی احیائی تحریک اٹھ رہی ہے۔ چین اس کو برداشت نہیں کر سکتا۔ افغانستان کی ایک انگلی واخان کی پٹی کی صورت میں عین چین کی سرحد پر رکھی ہوئی ہے' جو کہ سنکیانگ کو مس کر رہی ہے۔ لہٰذا وہ تو دور کی سوچتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ چین کے ساتھ بھی ہمارا کوئی پائیدار اتحاد ممکن نہیں ہے' تاہم وقتی طور پر جو بھی ممکن ہو اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

> دوسرا راستہ یہ ہے کہ ہم اپنی نظریاتی اساس سے از سر نو وابستگی اختیار کریں اور پوری دنیا میں اسلامی نظام کے علمبردار بن کر کھڑے ہو جائیں

۶ طالبان سے نہ صرف مکمل یک جہتی ہو بلکہ پاکستان اور افغانستان کا کنفیڈریشن عمل میں آئے۔

۷ ایران سے جتنی بھی ممکن ہو مفاہمت اور understanding بڑھائی جائے۔ ایران ہمارا دوست ہے۔ بالآخر ہم تینوں ملک پاکستان' ایران اور افغانستان مل کر ہی درحقیقت نیو ورلڈ آرڈر کی یلغار کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ یہی وہ آخری چٹان ہے جو اس یلغار کے مقابلے میں کھڑی ہو سکتی ہے۔

۸ عالمی مالیاتی اداروں اور مغربی ممالک کی طرف سے عائد کی جانے والی پابندیوں کے لئے پوری طرح تیار ہو جائیں۔ قرآن حکیم نے ہمیں پہلے ہی سے آگاہ کر دیا ہے :

"ہم انہیں لازماً آزمائیں گے کسی قدر خوف اور بھوک سے' اور مال' جان کے نقصان اور ثمرات کے ضیاع میں مبتلا کر کے۔ اور (اے نبیؐ) صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیں۔"

اگر یہ راستہ اختیار کیا تو یہ وقت آئے گا اور فوراً آئے گا۔ ہمیں اپنے کمربند کسنے پڑیں گے' اپنی بیلٹ تنگ کرنی پڑے گی' دو وقت کی بجائے ایک وقت کھانے پر گزارا کرنا پڑے گا۔ جیسے ہمارے ایک سابق وزیر اعظم نے کہا تھا کہ ہم گھاس کھا لیں گے' لیکن ایٹم بم بنائیں گے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ایٹم بم تو گھاس کھائے بغیر ہی بن گیا' اس کی نوبت نہیں آئی' جو بھی خارجی حالات رہے' افغان جہاد میں پاکستان کے کردار کے باعث امریکہ نے چشم پوشی کئے رکھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ وہ کام ہو گیا' لیکن ظاہر بات ہے کہ اگر ہم یہ راستہ اختیار کرتے ہیں تو وہ چیلنج جو ۱۹۴۷ء میں صرف بالقوۃ (in potential) تھا اب ایک حقیقی چیلنج ہو گا۔ لہٰذا ہمیں مغربی طاقتوں کی یلغار کے لئے اور ان کی پابندیوں کے لئے تیار رہنا ہو گا۔

۹ نیوکلیئر پروگرام کو نہ صرف یہ کہ برقرار رکھا جائے بلکہ جتنا بھی ممکن ہو مزید develop کیا جائے۔ حکم خداوندی ہے : ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ ...﴾

۱۰ اپنی اس نیوکلیائی صلاحیت کو دیگر مسلمان ممالک کے ہاتھ فروخت کیا جائے۔ کسی مسلمان ملک کو اللہ نے تیل دیا ہے تو ہم اس سے تیل خریدنے پر مجبور ہیں' اسی طرح اگر اللہ نے ہمیں یہ صلاحیت دی ہے تو ہمیں اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہے۔ یہ ہیں اس راستے کے دس نشانات۔ پہلے راستے کے دس نشانات بھی میں آپ کے سامنے رکھ چکا ہوں۔

حقیقت پسندی کا تقاضا اور اس کا انجام

ان حالات میں حقیقت پسندی اور واقعیت پسندی کا تقاضا واقعتاً یہی ہے کہ پہلا راستہ اختیار کر لیا جائے۔ یعنی امریکہ اور بھارت کے سامنے سر جھکا دیا جائے' اپنے ماضی اور کشمیر کو فراموش کر دیا جائے۔ یہ خیال کہ ہمارے کاندھوں پر کوئی خدائی مشن کی تکمیل کی ذمہ داری ہے' ذہن سے نکال دیا جائے۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی خدائی تدبیر کے اندر پاکستان کی کوئی حیثیت ہے' ان سب چیزوں کو بھی بھلا دیا جائے۔ زمینی حقائق' واقعیت پسندی اور realism کو سامنے رکھیں گے تو یہ راستہ سامنے آئے گا۔ لیکن اس کا منطقی نتیجہ کیا ہو گا؟ ـــــ کہ ابتداءً پاکستان معنوی طور پر ختم ہو جائے گا اور کچھ ہی عرصے کے بعد یہ دنیا کے نقشے سے بھی ختم ہو جائے گا' اس لئے کہ بھارت کے سامنے سر جھکا دینے کا مطلب ہی یہ ہے کہ ان کے اکھنڈ بھارت کے خواب کی عملی تعبیر کے لئے ہم نے لائن کلیئر دے دی ہے۔ اس راستے پر چلنے کا منطقی نتیجہ یہی نکلے گا۔

ان دو راستوں میں سے ایک کا انتخاب ہمارے لئے ایسا ہی ہے جیسے کبھی ٹیپو سلطان نے کہا تھا کہ "گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے"۔ پاکستان اگر اس دوسرے راستے کو اختیار کرے تو شاید

نہیں بلکہ واقعتاً اور یقیناً اللہ کی مدد آئے گی' لیکن اس وقت ہمارے ہاں جو صورتِ حال ہے اس اعتبار سے مَیں چاہتا ہوں کہ حقیقت پسند ہو کر بات کروں۔

اس وقت اس ملک میں اس دوسرے راستے پر چلنے کے کوئی آثار موجود نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کے سیاسی' ریاستی' نوکر شاہی اور ملٹری کے ایلیٹ طبقات اس راستے کے ساتھ ہم آہنگ نہیں ہیں۔ یہ لوگ مغربی تہذیب اور مغربی نظریات کے دلدادہ ہیں۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا' رہن سہن' طور اطوار اور عادات' غرض ہر شے مغربی تہذیب کے اندر رنگی ہوئی ہے۔ لہٰذا یہاں کوئی بھی عام سیاسی حکومت اس راستے کو اختیار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔ مَیں تو ایک اصولی بات کہہ رہا ہوں کہ جب تک کہ کسی انقلابی عمل کے ذریعے سے انقلابی قیادت سامنے نہیں آتی یہ راستہ اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ عزیمت و حکمت کا راستہ ہے' یہ "ہرچہ بادا باد" والا راستہ ہے۔ یہ راستہ ہے کہ جس پر چلنے والوں کو قرآن حکیم ﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ﴾ کی بشارت دیتا ہے۔ اس راستے پر چلنے کے لئے قوم کو تیار کیا جانا ضروری ہے۔

ہمیں اس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ اس زمین پاکستان سے اللہ کی کوئی خصوصی مشیت وابستہ ہے۔ ذہن میں گزشتہ چار سو برس کی تاریخ کو تازہ کیجئے۔ اس عرصے میں سارے مجددین اُمت ہندوستان میں آئے۔ مجدد الف ثانی شاہ ولی اللہ دہلوی' سید احمد بریلوی' شیخ الہند مولانا محمود حسن ؒ۔ پھر عظیم ترین شخصیات اس ہندوستان میں پیدا ہوئیں' علامہ اقبال جیسا مفکر' مولانا مودودی جیسا مصنف اور مولانا الیاس جیسا مبلغ ـــــ کہیں ان کے برابر کا کوئی اور شخص کہیں اور نظر آتا ہے؟ یہ کیا وجہ ہے کہ آج عالم اسلام کے چوٹی کے مفکر مالک بن نبی بھی کہہ رہے ہیں' ڈاکٹر علی شریعتی بھی کہہ رہے ہیں کہ اسلام کا روحانی اور عقلی (Intellectual) مرکز ثقل جنوبی ایشیا میں منتقل ہو چکا ہے۔ آزادی کی تحریکیں ہر جگہ چلی ہیں' لیکن سوائے پاکستان کے ہر جگہ وطنی یا لسانی قومیت کی بنیاد پر تحریکیں چلی ہیں اور ان ملکوں نے اسی بنیاد پر آزادی حاصل کی ہے ـــــ مگر "پاکستان کا مطلب کیا' لا اِلٰہ اِلاَّ اللہ" کی بنیاد پر صرف اس پاکستان کی آزادی کی تحریک چلی۔ پھر یہاں قرارداد مقاصد پاس ہو گئی' جو عالمی تہذیب کے لئے سب سے بڑا چیلنج ہے۔ پھر یہاں بینک انٹرسٹ اور کمرشل انٹرسٹ کے حرام ہونے کا فیصلہ اعلیٰ ترین عدالت سے ہو چکا ہے۔ یہ کسی مولوی کا فتویٰ نہیں ہے' یہ تو سپریم کورٹ کا فتویٰ ہے اور یہ اس یہودی نظام کے لئے سب سے بڑا چیلنج ہے۔

ایں بنوک ایں فکرِ چالاکِ یہود
نورِ حق از سینہ آدم ربود

یہ سارے آثار ایسے ہیں جو بہت امید افزا ہیں۔ مزید برآں احادیث نبویؐ میں جو خبریں دی گئی ہیں ان کے پورا ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ لیکن اس سے پہلے بڑے امتحانات ہیں! بڑے سخت دن آنے والے ہیں۔ اگر کوئی یہ راستہ اختیار کرے تو اس پر پھول نچھاور نہیں ہوں گے' یہ کانٹوں بھرا راستہ ہے۔ ہم اسی راستے کی دعوت دیتے رہیں گے اور اسی راستے پر اللہ کی مدد بھی آئے گی۔ اُس (تعالیٰ) کا پختہ فیصلہ ہے کہ :

"اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو تم پر کوئی غالب نہ آسکے گا' اور اگر وہی تمہارا ساتھ چھوڑ دے (وہی تمہاری مدد سے دست کش ہو جائے) تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا؟"

اگر ہم نے اللہ کے دین کے ساتھ بے وفائی کی تو پھر کون ہماری مدد کو آئے گا؟ اور کون سا آسمان ہم پر سایہ فگن ہو گا؟ اس وقت واقعتاً ہمارے سامنے قیامت کے دن کا سا نقشہ ہے کہ "اَلْیَوْمَ لَاظِلَّ اِلاَّظِلُّهٗ" آج اللہ کے سایہ کے سوا ہمارے لئے کوئی سایہ نہیں!

یہ گھڑی محشر کی ہے' تو عرصۂ محشر میں ہے!
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے!

اور ـــ

چمن کے مالی اگر بنا لیں موافق اپنا شعار اب بھی
چمن میں آ سکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی!

اور ـــ

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی!

یہ ناممکنات میں سے نہیں ہے' اللہ کی مدد ختم نہیں ہوئی۔

میں نے آپ کو زمینی حقائق بھی گنوا دیئے ہیں۔ جس کسی نے زمینی حقائق کو دیکھ کر فیصلہ کرنا ہو اور ذلت و رسوائی گوارا کرتے ہوئے آسان راستے کا انتخاب کرنا ہو تو اسے پہلے راستے کا انتخاب کر لینا چاہئے کہ امریکہ اور بھارت کے سامنے سر جھکا دیا جائے' اپنے دل و دماغ سے اپنے نظریئے' نظام اور غلبہ اسلام کا خبط نکال دیا جائے اور مغرب کے سیکولر نظام کو پورے طور پر اختیار کر لیا جائے۔ اور اگر دوسرا راستہ اختیار کرو گے جو عزت و وقار اور خود داری کا اور اللہ اور اس کے دین کے ساتھ وفاداری کا راستہ ہے تو یقیناً اللہ کی مدد آئے گی۔ اس کے لئے اللہ نے قرآن حکیم میں وعدہ فرمایا ہے۔ اسی راستے پر چلنے سے ہمارا ملک بھی مستحکم ہو گا اور ہماری معیشت کو بھی استحکام حاصل ہو گا۔

اس وقت حالات بہت مایوس کن ہیں۔ حقیقت پسندی (realism) اور واقعیت پسندی (pragmatism) اس راستے کی طرف جا رہی ہیں جو میں نے پہلا راستہ بتایا ہے' لیکن ہمیں اس کی مخالف سمت چلنے کا حکم ہے۔ ؎

"مجھے ہے حکم اذاں لا اِلٰہ اِلاَّ اللہ!"

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ

"دل شکستہ نہ ہو' غم نہ کرو' تم ہی غالب رہو گے اگر تم مؤمن ہو۔"

ہمارا ایمان اور یقین پختہ رہنا چاہئے کہ آج نہیں تو کل' ہماری زندگی میں نہیں تو ہماری اگلی نسل میں یہ کام ضرور ہو گا' دینِ حق کا غلبہ اور نظامِ خلافت کا قیام لازماً ہو گا اور ہو کر رہے گا ـــــ یہ اللہ کا وعدہ ہے' لہٰذا اسی راستے پر لگے رہو' پیچھے نہ ہٹو' سُست نہ پڑو' ڈھیلے نہ پڑو' تمہاری جدوجہد میں کوئی کمی نہ آئے ـــ اللہ کی مدد حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ کے دین کے اعوان و انصار بنو! اور اس کے دین کے غلبہ و اقامت اور اس کے کلمے کی سربلندی کے لئے کمربستہ ہو جاؤ۔

بقیہ : تجزیہ

حکومت بھی مسلط کریں گے۔ اسے مصنوعی بیساکھیاں مہیا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ افغانستان کی تاریخ سے نابلد یہ لوگ افغانستان میں مزید خون خرابہ کروائیں گے۔ لیکن انہیں یہ فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ لہولہان افغانستان ان کے گلے کا ہار بن جائے گا۔ گوریلا جنگ کے ماہر طالبان افغانستان میں اُن کی موجودگی کو ان کے لئے عذاب بنا دیں گے اور زیادہ وقت نہیں لگے گا کہ افغانستان سے ذلیل و خوار اور نامراد ہو کر واپس بھاگیں گے۔ راقم نے اس جنگ کے آغاز میں لکھا تھا کہ اس جنگ کے کئی مراحل ہیں اب تک کے مراحل میں طالبان اتحادیوں کا کسی طور پر بھی مقابل نہیں تھے لیکن انہوں نے جواں مردی سے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور توقع سے زیادہ مزاحمت کی اب جنگ جس مرحلے میں داخل ہوئی ہے کانٹے دار مقابلہ اب ہو گا۔ طالبان غاروں اور پہاڑوں سے نکل کر ہر دوسرے دن دشمنوں پر حملہ آور ہوں گے اور چھاپہ مار کارروائی کر کے پہاڑوں میں غائب ہو جائیں گے جس سے دشمن کے لئے یہ ممکن نہیں ہو گا کہ وہ پاؤں جما سکیں اور کوئی پائیدار حکومت قائم کر سکیں۔ اس جنگ کا انجام ابھی کسی کو معلوم نہیں فی الحال قتل و غارت اور تباہی و بربادی کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا۔

مسلمان ممالک امریکہ کے خوف سے دبکے بیٹھے ہیں وہ کبوتر کی طرح بلی کو دیکھ کر آنکھیں میچے ہوئے ہیں۔ قصاب ذبح کرنے کے لئے ایک بکرے کو قابو کرتا ہے تو دوسرے خوش ہوتے ہیں کہ ہم بچ گیا ذبح خانہ خون سے رنگین ہوتا رہتا ہے بچنے والے بکرے اطمینان کا اظہار کرتے رہتے ہیں لیکن بالآخر خوشی منانے کو کوئی نہیں بچتا۔ اسی لئے کہا جاتا ہے بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ جرأت و بہادری کا کوئی بدل نہیں اور خوف کوئی پالیسی نہیں۔ شمالی اتحاد کا کابل پر قبضہ ثابت کرتا ہے کہ پاکستان کی حکومت کتنی بڑی خود فریبی میں مبتلا تھی۔ ایران روس اور بھارت بازی لے گئے۔ پاکستان منہ تکتا رہ گیا۔

اب حکومتِ پاکستان کیوں خاموش ہے!

اس وقت امریکہ کے صفِ اول کے حمایتی اور امریکہ کے کولڈ شولڈر پر سر رکھ کر ہر ''مشکل'' میں ساتھ نبھانے کے دعویدار جنرل مشرف کے لاکھوں ہم وطن اپنے وطن سے دور امریکہ میں آئی این ایس اور ایف بی آئی کی پکڑ دھکڑ' زدوکوب اور غیر قانونی یا نیم قانونی حیثیت رکھنے کے جرم میں ملک بدری کا ذلت آمیز ایوارڈ لے کر وطنِ عزیز کا رخ کر رہے ہیں۔

جس وقت جنرل مشرف نے دہشت گردی کے خلاف امریکہ سے حمایت و معاونت کی لمبی فہرست سے مکمل اتفاق فرمایا تھا اس وقت امریکی پاکستانی کیمونٹی کے نام نہاد دانشوروں نے مشرف زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے کہا تھا کہ صدر جنرل مشرف نے امریکی پاکستانیوں کے جان و مال کی حفاظت کی بہترین ضمانت مہیا کردی ہے۔ ہمیشہ ہر

> **۱۱ ستمبر کے واقعات کے بعد ۸۰۰ پاکستانی**
> **امریکی جیلوں میں زیرِ تفتیش ہیں**

دور ہر زمانے اور ہر معاشرے میں انسانوں کی ایک ایسی قسم ضرور موجود رہی ہے جو اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہر جائز و ناجائز کام کر گزرتی ہے۔ ایسے افراد کو اپنا انجام اپنا حساب کتاب اور آخرت کی جواب دہی سب کچھ دور اور اپنی خواہشات قریب نظر آتی ہیں۔ وہ صرف اور صرف یہ سوچنے کے اہل ہوتے ہیں کہ بعد میں جو ہوگا دیکھا جائے گا اس وقت تو اپنی خوشی اور ناموری اہمیت کی حامل ہے۔ قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی رو سے ایسے افراد کو نفسِ امارہ مسلسل برائی پر آمادہ کرتا ہے۔ اس قسم کے لوگ اگر عام انسان ہوتے ہیں تو جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں اور اگر مسندِ اقتدار ان کا مقدر ٹھہرے تو عوام کے مقدر کا ستارہ گردش میں آجاتا ہے۔ بدنصیبی سے سیاستِ وطنِ عزیز میں ایسے لوگوں کو چراغ لے کر ڈھونڈنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ ان کے وجود روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔ اس وقت حکومتِ پاکستان بھی مذکورہ بالا تعریف پر پورا اترتے ہوئے بھرپور طریقے سے امریکہ کی حمایت کر رہی ہے۔ پاکستان کے کئی ہوائی اڈے امریکی فوجیوں کے لئے وقف کر دیئے گئے ہیں' پاکستان کی سمندری حدود میں امریکی اور برطانوی بحری بیڑوں نے ڈیرے ڈال دیئے ہیں' پاکستان کی فضائی حدود میں جنگی جہازوں کی آمدورفت سے بچاؤ کی خاطر کئی فضائی کمپنیوں نے اپنی پروازیں منسوخ کردی ہیں لیکن اس کے باوجود امریکہ میں مقیم نہ صرف غیر قانونی اور نیم قانونی بلکہ کئی قانونی ہم وطن پکڑ دھکڑ کی موجودہ مہم میں جو ۱۱ ستمبر کے بعد امریکہ کی بہار کے وقفِ خزاں ہو جانے کے بعد چلائی گئی ہے حکومتِ پاکستان کے سرد رویے کا شکار ہیں۔ سی این این پر ۳۰ ستمبر کو لیری کنگ لائیو پروگرام میں جنرل مشرف نے متعدد بار امریکہ کو اپنی حمایت و تعاون کا یقین دلایا لیکن ایک بار بھی انہوں نے امریکہ میں مقیم پاکستانی کیمونٹی کو درپیش تلخ صورتحال کا اشارۃً بھی ذکر نہیں کیا بلکہ یہ فرما گئے کہ ہم اتنے گرے ہوئے نہیں کہ اس نازک وقت میں امریکہ کی مدد کرنے کی قیمت وصول کریں۔ حالانکہ گزشتہ برس جنرل مشرف کے دورۂ امریکہ کے موقع پر

رعنا ہاشم خان

جب ان کو امریکی حکومت نے قطعاً درخورِ اعتنا نہیں گردانا تھا اس وقت یہی پاکستانی کیمونٹی ہی تھی جس نے ان کو عزت و شرف سے نوازا تھا۔ ماضی میں بھی حکومتِ پاکستان مختلف مواقع پر امریکن پاکستانی کیمونٹی سے قربانی مانگتی رہی ہے لیکن جب آج اس کیمونٹی کو اپنی حکومت کا تعاون درکار ہے تو حکومتِ پاکستان خاموش ہے۔

حالیہ دہشت گردی کے بعد امریکہ کے مسلمانوں کے لئے جہاں مستقبل کے حوالے سے حالات انتہائی ناساز گار ہوتے جارہے ہیں وہیں امیگریشن کے قوانین بھی سخت ترین کئے جارہے ہیں۔ ان نئے قوانین کے تحت آئی این ایس' ایف بی آئی' مقامی پولیس اور دیگر ایجنسیاں وسیع اور یک طرفہ اختیارات سے نواز دی گئی ہیں۔ جس کے نتیجے میں عرب ممالک کے مسلمانوں کے علاوہ پاکستانی مسلمان بھی زیرِ تفتیش ہیں۔ ایک سرکاری اعلان کے مطابق ۸۰۰ پاکستانی اس وقت امریکی جیلوں میں تفتیشی مراحل سے گزر

> **ہر دور میں انسانوں کی ایک ایسی قسم ضرور موجود رہی ہے جو اپنی خواہشات کی تکمیل کیلئے ہر جائز و ناجائز کام کر گزرتی ہے**

رہے ہیں۔ کئی غیر قانونی تارکینِ وطن کو آدھی رات کے وقت ان کے گھروں سے گن پوائنٹ پر لے جایا گیا جس میں خواتین بھی شامل ہیں۔ ۱۹ ستمبر کو نیویارک کے ایک ۵۵ سالہ پاکستانی محمد رفیق بٹ کو امیگریشن اور ایف بی آئی کے حکام گرفتار کرکے لے گئے ان کا وزٹ ویزا ایکسپائر ہو چکا تھا' یہ دل کے مریض تھے۔ جب جیل میں ان کو ''دورانِ تفتیش'' دوبارہ تکلیف محسوس ہوئی تو ان کے کہنے کے بعد جیل حکام نے خود تو قطعاً توجہ نہیں دی لیکن ان کو پاکستانی قونصل خانے فون کرنے کی سہولت مہیا کردی گئی۔ قونصل خانے کی جانب سے شنوائی کا انتظار کرتے کرتے ۲۳ راکتوبر کو محمد رفیق بٹ انتقال کرگئے۔ بے شک انہوں نے غیر قانونی طور پر یہاں رکنے کا جرم کیا تھا لیکن اس ملک میں سوا کروڑ کے لگ بھگ غیر قانونی امیگرنٹس موجود ہیں جن میں اکثریت میکسیکو کے عوام کی ہے۔ آخر یہ سب بھی تو مجرم ہیں ان کو بھی جیل کی سیر کرائی جائے۔ لیکن ان کی حکومتوں نے چونکہ جرمِ ضعیفی نہیں کیا شائد اسی لئے یہ ''آزاد'' ہیں۔ غالباً جنرل مشرف نے آنکھ بند کرکے امریکی کنوئیں میں چھلانگ اس لئے لگائی کہ ان کے خیال میں یہ امریکہ کی آنکھ کا تارا بننے کا تیر بہدف نسخہ ہوگا لیکن امریکہ جو کہ

> **آج امریکہ میں مقیم پاکستانی کیمونٹی کو حکومت کا تعاون درکار ہے تو حکومت پاکستان خاموش ہے**

پاکستانی برانڈ طالبان کے قدموں کی چاپ یقیناً سن رہا ہے اور جانتا ہے کہ جس اسلام کو وہ اپنی پھونکوں سے افغانستان میں بجھا ڈالنے کے درپے ہے وہ پاکستان میں اپنی لو بڑھا رہا ہے۔ لہٰذا فی الوقت تو پاکستانی کیمونٹی معتوب ٹھہرائی جا رہی ہے لیکن وہ دن دور نہیں جب امریکہ عزت مآب جنرل مشرف سے ایٹمی خزانے کی چابی طلب کرے گا۔ بہتر ہوگا کہ جنرل صاحب بجائے امریکہ کی جانب مراعات حاصل کرنے کے لئے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے کے ریڑھ کی ہڈی بچانے کا اہتمام کریں۔

افغانستان میں رفیقِ تنظیم کے بیٹے کی شہادت

کراچی سے تنظیم کے دیرینہ رفیق راجہ محمد ارشاد ایڈووکیٹ کے نوعمر سعادت مند صاحبزادے محمد اعتزاز گزشتہ دنوں مزار شریف پر امریکی بمباری کے دوران رتبۂ شہادت سے سرفراز ہوئے

ع یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

محمد اعتزاز نے چند سال قبل قرآن اکیڈمی سے حفظ قرآن کی تکمیل کی تھی اور حال ہی میں میٹرک کا امتحان دیا تھا۔ امیر تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے فون پر راجہ ارشاد صاحب کو اس عظیم سعادت پر مبارک باد دی۔

جنگوں کی ماں

جوزندہ رہے' وہ دیکھ لیں گے اور وہ ایسے خیرہ کن واقعات کا مشاہدہ کریں گے جو نزولِ آدم سے لے کر آج تک رونما نہیں ہوئے۔

ایک مزار شریف اور سمنگان ہی کیا' کل کلاں ہرات بھی خالی ہوسکتا ہے اور ہرات ہی کیا' طالبان قندھار اور کابل سے بھی پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے آخر کار وہ جلال آباد اور چھوٹے بڑے دوسرے قصبوں سے بھی پسپا ہو جائیں' لیکن اگر کسی بزرجمہر کا خیال ہے کہ اس کے نتیجے میں افغانستان پر امریکیوں کی پسندیدہ حکومت قائم ہو جائے گی اور مزاحمت کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا جائے گا تو وہ احمقوں کی جنت کا باسی ہے۔

کل میں نے ایک بدبخت کو دیکھا جس کا چہرہ گلنار

> **شمالی اتحاد کی سپاہ کو انسانوں کے بجائے**
> **درندوں کی فوج کہنا موزوں ہوگا**

ہو رہا تھا۔ شمالی اتحاد کی پیش قدمی پر کچھ لوگ شادمان ہیں' لیکن یہ شادمانی تادیر نہیں رہے گی۔ یہ ایک مختصر جنگ نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں' ہرگز ہرگز نہیں ہے۔

ساڑھے تین سو برس ہوتے ہیں' نواح آگرہ میں پھولوں سے لدی ٹہنیوں کے نیچے لکڑی کے ایک کشادہ تخت پر مخمل کے گاؤتکیوں سے ٹیک لگائے ایک شخص نے ترکی زبان میں ایک کتاب لکھی تھی۔ وہ انسانی تاریخ کے چھ عظیم ترین فاتحین میں سے ایک سمجھا جاتا ہے اور افغانستان کے بارے میں اس کا تجزیہ کسی بھی دوسرے فاتح سے زیادہ معتبر ہے۔ اس کا نام ظہیر الدین تھا اور تاریخ اسے بابر کے نام سے جانتی ہے۔ اس نے کہا تھا کہ کابل اور اس کے نواح پر صرف وہ فوج حکومت کر سکتی ہے جو اس سرزمین کی چوٹیوں پر قابض ہو...... آٹھ سو چوٹیوں پر! (بابر کے عہد میں دو ہزار غاروں میں سے چند ہی دریافت ہوئے تھے) آٹھ سو چوٹیوں میں سے بیشتر پر تو بہترین کوششوں کے باوجود روسی قبضہ نہ کر سکے' حالانکہ وہ اپنی پوری قوت و شوکت کے ساتھ زمین پر موجود تھے۔ تمام بڑے شہروں پر ان کی حامی افغانستان کی سرکاری سرخ فوج پہلے ہی قابض تھی' دریائے آمو کے پار پورے علاقے پر ان کی حکومت تھی اور انہیں اس قدر مہلت بھی مل گئی تھی کہ ایک مؤثر اور مضبوط خفیہ ایجنسی تشکیل دے سکیں۔ اس کے باوجود انہیں خاک

چاٹنا پڑی' امریکیوں کو بھی چاٹنا پڑے گی۔

تمام سرحدوں پر مخالفین کی موجودگی کے سبب طالبان کو شمال میں کمک پہنچانے میں دشواری کا سامنا تھا' پھر شہری آزادی کی حفاظت کا سوال بھی تھا کہ دوستم کے دستے افغانستان سے اغوا کر کے روس لے جائے گئے اور وہاں تربیت پانے والے ان بچوں پر مشتمل ہیں جو اشتراکیت کے زیر سایہ پلے بڑھے اور ذہنی غسل کے مرحلوں سے گزرے۔ اس حقیر کو ان کا تجربہ ہے اور اس نے انہیں قریب سے دیکھا ہے۔ کوئی بھی شخص جس نے انہیں دیکھا اور برتا ہے' وہ اتفاق کرے گا کہ دوستم کی سپاہ کو انسانوں کے بجائے جانوروں کی فوج کہنا موزوں تر ہوگا۔

ہارون الرشید

مغربی ذرائع ابلاغ نے نہایت فخر سے بتایا کہ مزار شریف کی فتح کے بعد کالج کھول دیئے گئے اور عورتوں کے سروں سے برقعوں کا بوجھ اتار دیا گیا' لیکن مغربی حکومتوں اور ان کے ذرائع ابلاغ کی اپنی طے کردہ پالیسی کے تحت جو بات چھپائی گئی وہ یہ ہے کہ شہر میں داخل ہوتے ہی انہوں نے عورتوں اور بچوں کو ذبح کیا۔ اگر اس کالم کی اشاعت کے ساتھ نہیں تو اگلے چند دنوں میں آپ عصمت دری اور لوٹ مار کے المناک واقعات سنیں گے۔ تاہم جیسا کہ مغرب طے کر چکا' سی این این اور بی بی سی پردہ ڈالنے کی پوری کوشش کریں گے۔

کیا کسی نے غور نہیں کیا کہ مزار شریف میں دوستم کے دستے تنہا داخل ہوئے' تاجک ان کے ساتھ نہیں تھے۔ کیوں نہیں تھے؟ بیس برس کی جنگ اور ایک عشرے کی رفاقت کے بعد شمالی اتحاد والے ایک دوسرے کو خوب جانتے ہیں۔ تاجکوں کو معلوم تھا کہ خون کی ہولی کھیلی جائے گی اور درندے انسانوں پر جھپٹتے پھریں گے۔ آخر امریکی

> **کابل اور اس کے نواح پر صرف وہ فوج حکومت کر**
> **سکتی ہے جو اس سرزمین کی چوٹیوں پر قابض ہو**

وزیر خارجہ کولن پاول کو یہ کہنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی کہ شمالی اتحاد کو کابل کا اقتدار نہیں سونپا جائے گا؟ اس لئے کہ امریکی خفیہ ادارے ۱۹۹۲ء سے ۱۹۹۵ء تک کابل شہر کے

ایک حصہ میں ازبکوں کے کارناموں سے خوب آشنا ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر ایسا ہوا تو یہ لوگ کیا کریں گے اور اس کا ردعمل کتنا خطرناک ہوگا۔

یہ گمان نہ ہونا چاہئے کہ سب ازبک ایسے ہیں۔ ازبک بالعموم پشتونوں سے کئی گنا زیادہ انتہا پسند ضرور ہیں اور پورے ملک میں آپ اس محاورے کی بازگشت سن سکتے ہیں: ''غضب افغان رحم ازبک'' کہ ایک غضب ناک پشتون ایک رحم دل ازبک کی طرح ہوتا ہے' لیکن مبالغے سے قطع نظر ان میں بھلے لوگ بھی ہیں' دیندار بھی اور انسان دوست بھی۔ یہ لوگ دوستم کی افواج میں شامل نہیں' بلکہ مزاحمت کرنے والوں کا حصہ ہیں اور مستقبل میں ان میں سے اور بھی لوگ تحریک مزاحمت میں شامل ہوسکتے ہیں۔

ملا عمر نے جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ افغانستان میں روایتی نہیں گوریلا جنگ لڑی جائے گی۔ طالبان کو شہروں کی نہیں' چھاپہ ماروں اور محفوظ مقامات کی

> **امریکیوں کو بھی روسی فوج کی طرح**
> **خاک چاٹنا پڑے گی**

ضرورت ہے۔ جس طرح کی جنگ وہ لڑنا چاہتے ہیں' اس کے لئے دس ہزار آدمی بھی بہت ہیں' حالانکہ ان کے پاس تو ابھی بہت لوگ ہیں۔ اگر شہروں کا نظام امریکہ اور ان کے کارندے سنبھال لیں گے' امن و امان اور خوراک ان کی ذمہ داری ہوگی تو طالبان کی قیادت کے لئے کارروائیاں کرنا اور بھی آسان ہوگا۔ خیر ایک اعتبار سے یہ ایک تکنیکی موضوع ہے اور زیادہ تفصیل کا محل بھی نہیں' کچھ سوالات اور بھی ہیں۔ مثلاً یہ کہ:

۱) تمام تر آسمانی اور زمینی ذرائع کے باوجود امریکی اب تک ملا عمر اور اسامہ بن لادن کا سراغ کیوں نہیں لگا سکے' جبکہ تمام قابل ذکر ممالک اور پڑوسی اقوام کی خفیہ ایجنسیاں ان کی مدد کر رہی ہیں؟

۲) کوئی یہ بتائے کہ بالفرض اگر امریکہ اور اس کے حامی پورے افغانستان کو بھی فتح کر لیں' تو وہ ایک قابل قبول اور نمائندہ حکومت کیسے تشکیل دیں گے' جس پر سارے لسانی اور مذہبی گروہ' قبائل اور علاقے متفق اور مطمئن ہوں...... اور جب وہ نہیں بنا سکیں گے تو نتیجہ کیا ہوگا؟

۳) آخر یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایران' روس اور چین اس علاقے میں امریکہ کی عسکری موجودگی کو تادیر برداشت کر سکیں؟ ان کی افواج اور ان کی رائے عامہ دوسرے الفاظ

(باقی صفحہ 6 پر)

بقیہ : اداریہ

مولوی یونس خالص کا شمار مجاہدین کے ان لیڈروں میں سے ایک نمایاں لیڈر کے طور پر ہوتا ہے جنہوں نے روس کے خلاف جہاد کیا اور بعدازاں طالبان کی حمایت کا اعلان کیا۔ جلال آباد پر شمالی اتحاد کے قبضے کی خبر بھی دراصل عالمی میڈیا کے زہریلے کردار کا شاخسانہ ہے —— اسی طرح قندھار کے بارے میں میڈیا کی اڑائی ہوئی یہ خبر بھی صریحاً غلط ہے کہ وہاں شدید جنگ جاری ہے اور طالبان قندھار سے فرار ہو کر پاکستان کی طرف آ رہے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ عالمی میڈیا کے ذریعے ٹی وی سکرین پر قندھار کی صورت حال کے بارے میں یہ سفید جھوٹ بولنے کا اعزاز برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر کو حاصل ہوا ہے جو امریکہ اور یہود کی کاسہ لیسی میں سب کو مات دے گئے ہیں۔ باوثوق ذرائع کے مطابق قندھار پورے طور پر طالبان کے کنٹرول میں ہے' قندھار سے ہرات تک کے تمام علاقے پر طالبان کا قبضہ ہے اور اس پورے علاقے میں جنگ کا نام ونشان بھی موجود نہیں ہے۔ ہرات کے دروازوں پر لڑائی جاری ہے۔ قندوز میں' جو شمالی خطے کا ایک اہم شہر ہے' طالبان کی فوج بڑی تعداد میں موجود ہے اور شہر اور ایئر پورٹ پر ان کا مکمل قبضہ ہے۔ امیر المومنین ملا عمر مجاہد اور افواج طالبان کے پائے استقامت میں بحمد اللہ کوئی لغزش نہیں آئی اور وہ اللہ کی تائید و توفیق سے پوری پامردی کے ساتھ کفر کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے ہیں۔ اسی طرح مزار شریف میں شمالی اتحاد کے فوجوں کے ہاتھوں ایک سو طالبان کے قتل کی خبر بھی درست نہیں ہے۔ ان سو افراد میں سے اکثریت مقامی غیر طالبان پشتون آبادی کی تھی جسے نسلی بنیاد پر موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ بحمد اللہ طالبان کا جانی نقصان تا حال بہت ہی کم ہوا ہے۔

طالبان کی موجودہ حکمت عملی جو بظاہر ایک وقتی پسپائی اور عارضی شکست محسوس ہوتی ہے' کن دوررس نتائج کی حامل ہو گی اس بارے میں حتمی طور پر کچھ کہنا خاصا مشکل ہے' تاہم قرائن بتاتے ہیں کہ کابل پر شمالی اتحاد کا قبضہ پاکستان اور امریکہ دونوں کے نقطۂ نگاہ سے خوش کن نہیں ہے۔ امریکہ کے لئے یہاں اپنی من پسند وسیع البنیاد حکومت کی تشکیل آسان نہ ہو گی اور اس بات کا قوی امکان موجود ہے کہ کابل میں خانہ جنگی شروع ہو جائے۔ شمالی میدان سے دست برداری کے بعد بھی قریباً نصف افغانستان پر طالبان کا تسلط برقرار ہے۔ اب طالبان کے لئے اپنی قوت کو مجتمع کر کے باقی ماندہ افغانستان پر قبضے کو برقرار رکھنا اور پہاڑی سلسلوں میں مورچہ زن ہو کر امریکہ کے خلاف ایک طویل گوریلا جنگ جاری رکھنا زیادہ آسان ہو گا۔ جبکہ امریکہ کے لئے طالبان کی قوت کو کچلنا اور اپنے ''ٹارگٹ'' حاصل کرنا ان شاء اللہ مشکل سے مشکل تر ہو جائے گا— اور ہمارے دل کے اطمینان کے لئے اللہ کا یہ وعدہ دوسری ہر شے سے بڑھ کر ہے کہ ﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (تم ہی بالآخر غالب و برتر ہو گے اگر تم واقعی مومن ہوئے!) OO

رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ میں نماز تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمۂ قرآن کے پروگرام

کراچی

مترجم	مقام	نوعیت
۱۔ جناب فرلیس احمد	قرآن اکیڈمی' خیابان راحت' درخشاں' فیز ۶' ڈیفنس	مع نماز تراویح
۲۔ جناب نوید احمد	قرآن اکیڈمی' یاسین آباد' نزد اے ون کا ٹیجز' بلاک ۹' فیڈرل بی ایریا	مع نماز تراویح
۳۔ جناب اعجاز لطیف	گلستان انیس کلب' نزد ہل پارک چورنگی' مین شہید ملت روڈ	مع نماز تراویح
۴۔ جناب شجاع الدین شیخ	مارواڑی سلاوٹہ ہال' نزد بانگی مسجد' ہوتی مارکیٹ (نزد جوبلی)	مع نماز تراویح
۵۔ جناب عامر خان	قرآن مرکز' جامع مسجد طیبہ' سیکٹر ۳۵۔ اے' کورنگی نمبر ۴	مع نماز تراویح
۶۔ جناب محمد یامین	ظفر منزل' بالمقابل ایف. جی ماڈل سکول' ماڈل کالونی	مع نماز تراویح
۷۔ جناب سید اشفاق حسین	Meet & Treat شادی ہال' نزد گلشن چورنگی' راشد منہاس روڈ	مع نماز تراویح
۸۔ جناب زین العابدین	مسجد نبوی آفیسرز ہاؤسنگ سکیم' فرسٹ زمزمہ سٹریٹ' کلفٹن	بعد از تراویح

ملتان

مترجم	مقام	نوعیت
۹۔ جناب ڈاکٹر محمد طاہر	قرآن اکیڈمی' ۲۵ آفیسرز کالونی' ملتان	مع نماز تراویح
۱۰۔ جناب محمد سلیم اختر	قرطبہ مسجد' گارڈن ٹاؤن' ملتان کینٹ	بعد از تراویح

وہاڑی

مترجم	مقام	نوعیت
۱۱۔ جناب ڈاکٹر منظور حسین	مسجد توحید' خانیوال روڈ' وہاڑی	بعد نماز عشاء

اسلام آباد

مترجم	مقام	نوعیت
۱۲۔ جناب رشید ارشد اور	۲۲۳ مرگلہ روڈ' F-10/3' اسلام آباد	مع نماز تراویح
حافظ عاطف وحید	دورانیہ دو گھنٹے (7:15 تا 9:15)	

Benes, Czechoslovakia's head of state, protested at this decision, Neville Chamberlain told him that Britain would be unwilling to go to war over the issue of the Sudetenland.

Just like some initial positive response to Musharraf's quick surrender, some people in Britain also appreciated the Munich Agreement because it appeared to have prevented the German wrath. Just like, the US changing objective from war on terrorism to war on the Taliban, Germany also seized the rest of Czechoslovakia in March 1939 after getting a nod from the Munich Agreement. The policy of most Muslim heads of state on Afghanistan is no different than what Chamberlain expressed in a radio broadcast on September 27, 1938. He said: "How horrible, fantastic, incredible, it is that we should be digging trenches and trying on gas-masks here because of a quarrel in a far-away country." Churchill had the time to admit in 1948 that for the West "to leave its faithful ally Czechoslovakia to her fate was a melancholy lapse from which flowed terrible consequences."

The present Muslim governments may not even get sufficient time to admit their folly of not calling a spade a spade when the US began military intervention from Afghanistan and tried to dominate the whole Muslim world. Just like our liberal columnists and PTV spreading the myth of American might and consequences of provoking American wrath, the Chamberlain government nurtured the fear of war in the British public, so that it will accept the appeasement policy. Like today's' twisted reporting by BBC and CNN, after Munich, the British public opinion was the victim of joint Anglo-German propaganda.

Just like the present Anglo-American alliance and our leaders busy in pleasing Uncle Sam, British politicians actively worked before World War II to bring closer their country with Hitler's Germany. In January 1938, Neville Henderson, Britain's ambassador to Germany, told Von Ribbentrop, the German Foreign minister: "I would view with dismay another defeat of Germany which would merely serve the purposes of inferior races." In September 1939, as he spoke in front of a group of Lords, the duke of Westminster, known as an anti-Semite and an admirer of Germany, stated that he opposes the mutual shedding of the Britain and German blood, " the two races which are the most akin and most disciplined in the world. (See, *The Chamberlain-Hitler Deal* by Clement Leibovitz, Les Editions Duval, Alberta, Canada, page 283, 496)

In Europe, Islamophobia has replaced Anti-Semitism and American appreciation has taken the place of German admiration. Just like the Muslim states' missing opportunities to get united and enter into formidable alliances, Chamberlain and the other western heads of Government sabotaged the possibility to reach an agreement with Soviet Union to a common struggle against Hitler. Just like our misconceptions that it is only Iraq or Afghanistan that the US intends to force into submission, even after the invasion of Poland, France and Britain managed "the phoney war", with the hope that, after Poland, Hitler would turn his troops towards the Soviet Union. Too lately they realised that Hitler's intention was to conquer all of Europe, if not the entire world.

Documents published in 1969, including the full protocol of the conversations between Chamberlain and Hitler prove that Chamberlain thanked the Fuhrer "for his clear presentation of Germany's position." The beginning of the ultimate tragedy of human history is similar to World War II in many ways. The beginning then was best expressed by Chamberlain as an "Anglo-German understanding" for "the two pillars of European peace and buttresses against Communism" (Sept. 13, 1938, in a letter to King George VI). The beginning today is an Anglo-American understanding against Islam, labelled as fundamentalism, extremism and terrorism in a sequence of correlations. We tend to ignore that Hitler's "final solution" was no different than the US "infinite justice."

The Muslim leaders' policy of giving free hand to the US today derives naturally from their collective mindset, concerned above all of what they consider the pre-eminent threat to the security of their personal interests. For the Western leaders, the "green menace" involves as much fundamental threat to the most sacred tenets of capitalism and colonialism as the "red menace" involved. Their giving a free hand to the US for the fear of Islam is similar to the freedom handed out to Hitler as a direct overt choice of fascism over communism, which consistently rejected direct proposals by the Soviet Union to act against Germany's aggression. Just like the US exploitation of the UN, the free hand to Hitler permitted consistent violations of the Covenant of the League of Nations. Just like the imminent genocide in Afghanistan due to bombing and starvation, the free hand to Hitler did all of this in the full knowledge of the most organized and violent repression of the human rights in history.

The European nations might console themselves with the idea that the US is out there to eradicate the threat posed by Islam, forgetting that the US is out to eradicate every resistance to the kind of domination it wants over the world. If we do not stand to say no to the US injustice now, then when? If appeasement has led to an escalation of disasters in the past, can it do otherwise in the future? Do we wait until its our turn to face the US onslaught? Our struggle now is not a struggle against a country, whose yearning for security could be satisfied or denied. We should refrain from assisting the US in killing innocent people who are not involved in any crime - nor have they been proven guilty. To postpone the ultimate tragedy of human history, which would be weel underway with the fall of puppet regimes in the Muslim world, we must stop all cooperation with the US, not because we are anti-American, but because such killing is wrong. We should stop it even if it meant there would be *no* US or Western assistance, or we might be attacked like Afghanistan.

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan2@psh.paknet.com.pk)

Beginning of the Final World War.

The optimists, who await an end to the post September 11 crisis, would end up as much disappointed tomorrow as the pacifists are today. Those who exaggerate the fear of "fundamentalist" Islam but underestimate the resistance in the Muslim world would soon realize that not only the world is not as it was; the war also is not as simple as they perceived it to be. Out of a multiple fear of American wrath, Indian attack, economic embargo, and international isolation, we let the world feast on our Afghan brothers. However, we forgot that we might not even get enough time to digest the showering dollars for which we have sold our conscience, our dignity and unknowingly our existence as a state? The highly disguised intentions of Blair and Bush have turned our hasty decision to join the "coalition" into a time bomb, ticking to detonate with horrible consequences in the near future. The chickens of our instant surrender are already gradually coming home to roost.

It is now dawning on us that we are the pawns in the anti-Islam coalition. People ask, what other alternatives we had at our disposal? Instead, we must ask about the consequences of our meek surrender, which instantly nullify all the expected benefits. Lets look at a brief list of consequences at national level: democracy has been indefinitely postponed; the US may bomb us but we may not criticise it; dissent and protest have no place in the rewritten human rights; we must stop "terrorism" in Kashmir, or face the consequences (Joe Biden, Chairman Senate Foreign Relations Committee); Washington mulls "neutralizing" Pakistan nuclear facilities (*the Statesman* October 28); Pakistan's nuclear weapons at risk from the US and Israeli plans to destroy (*The New Yorker* Magazine, November 5); US Special Unit 'Stands by to Steal Pakistan's Atomic Warheads' (*The Telegraph,* October 29); Pakistan is flooded with refugees with no end to the war in sight; instead of its enemies, Pakistan's war machine is in action against its own citizens; illegal and unconstitutional detentions are on the rise; and "Pakistan is in danger of falling apart," (William Dalrymple, *The Guardian* October, 23).

Some might question, if these are the fruits of cooperation, how could we afford the horrible consequences of defiance? The answer is: with or without cooperation we are the next victim anyway. We have simply given the US a time out to take us one by one. Remember the origins of World War II, when appeasement was based on the illusion that Hitler only wanted to reverse the wrongs, which Germany felt had been done to her. The West assumed that if the German claims were granted, peace in Europe would follow.

We have also wrongly assumed that the US is after Al-Qaida alone. Now it is out to dislodge the Taliban and set a stage for attacking Iraq and "neutralizing" Pakistan. This is just the beginning. To justify our decision made out of fear, we might justify the US terrorism as retribution of the September 11 attacks, but in fact there is no calculus of injustice. If the US is behaving unjustly, it should stop. It does not help its case to contend that others are acting "even more" unjustly. If the September 11 event is a crime, then the principles of justice must be followed in meting out punishment. Inventing another category called war and making it the special province of the US is not the answer. If Bush and Blair postulate that the principles of justice are suspended whenever they are at war, then every state can throw off the shackles of justice and do whatever it wants, including deliberately killing thousands who were not responsible for the initial injustice. Jumping into coalition with the US was a comfortable alternative. However, the unfolding events show that we have to reconsider our options for in this war there is very little room for mistakes and the situation could well lead to the final world war.

The Muslim world's policy of appeasement is similar to what Britain and France embraced in vain in the 1930s in a bid to reach a peaceful understanding with Germany. Just like the forced retirement of some senior military officials in Pakistan, Anthony Eden, Chamberlain's foreign secretary, who did not agree to give Hitler a free hand was replaced by Lord Halifax who fully supported the British policy of appeasement. In February 1938, Hitler invited the Austrian Chancellor, Kurt von Schuschnigg, to meet him at Berchtesgarden. Just like the US demands to give Pakistan's nuclear facilities and fate in the "safe" American hands, Hitler demanded similar concessions from Austria. The then "fundamentalist" Schuschnigg refused and was replaced by Arthur Seyss-Inquart, the leader of the Austrian Nazi Party - "moderate" by the Nazi standards. On 13th March, Seyss-Inquart invited the German Army to occupy Austria.

Just like the present suggestions to transform Afghanistan into a UN run state (UN being an extension of the State Department), Hitler began demanding control of the Sudetenland in Czechoslovakia. In an attempt to solve the crisis, the heads of Germany, Britain, France and Italy met in Munich. On September 29, 1938 the Munich Agreement was signed to transfer to Germany the Sudetenland. Just like Pakistan and other Muslim states' unwillingness to defend the cause of Afghan brothers, when Eduard

گوشۂ خواتین

حلقۂ خواتین تنظیم اسلامی لاہور کے ''سالانہ اجتماع'' اور ''پروگرام استقبالِ رمضان'' کی مختصر روداد

تنظیم اسلامی حلقۂ خواتین لاہور کے زیر اہتمام سالانہ اجتماع استقبالِ رمضان المبارک کے حوالے سے ۴ نومبر بروز اتوار بوقت ۹ بجے قرآن آڈیٹوریم میں منعقد ہوا۔ رفیقۂ تنظیم اسلامی رافعہ نے سورۂ بقرہ کے ۲۳ ویں رکوع کی تلاوت سے پروگرام کا آغاز کیا۔ کمپیئرنگ کے فرائض نائب ناظمہ امت المعطی صاحبہ نے انجام دیے۔ محترمہ بیگم ڈاکٹر اسرار احمد صاحبہ ناظمۂ خواتین اور ملتان کی ناظمہ محترمہ صغریٰ خاکوانی صاحبہ کو سٹیج پر آنے کی دعوت دی گئی۔ ''دنیا کے اے مسافر منزل تیری قبر ہے'' نظم کے ذریعہ طوبیٰ اسعد نے خواتین کو دنیا کی اصل حقیقت سے آگاہ کیا۔ خشیتِ الٰہی کے موضوع پر ملتان کی رفیقہ ڈاکٹر ربیعہ عامر نے کارآمد باتیں بتائیں۔ انہوں نے بتایا کہ خوفِ خدا تمام نیکیوں کی جڑ ہے اور یہ ایسا بیج ہے کہ جس کے ذریعہ ایمان و نیکی کے پھل و پھول پھوٹتے ہیں۔ نقیبۂ تنظیم اسلامی محترمہ سعیدہ اختر صاحبہ نے بہت عمدہ طریقہ پر رمضان کے مسائل و احکام بتاتے ہوئے کہا کہ رمضان المبارک میں روزہ کے ساتھ ساتھ دیگر احکامات پر عمل بھی ضروری ہے۔ روزہ کی حالت میں قرآن کو پڑھنے اور سمجھنے کی طرف توجہ دینی چاہئے نہ کہ موسیقی و ٹی وی اور دیگر لغویات کے ذریعہ وقت گزاری کرنی چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ امیر لوگوں کی افطاری کے بجائے غریبوں کو افطاری کروائیں اور خاص طور پر اس کی سب سے زیادہ ضرورت طالبان کو ہے لہٰذا مخیّر خواتین دل کھول کر ان کے لئے فنڈ جمع کروائیں۔ محترمہ صغریٰ خاکوانی صاحبہ نے بہت اچھے انداز میں موجودہ حالات کے بارے میں گفتگو کی۔ انہوں نے تاریخ کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ امریکہ کی موجودہ نسل نہایت ظالم و سفاک لوگوں کی اولاد پر مشتمل ہے۔ یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مومنین کے لئے بنیاد پرستوں کا نام موجودہ دور کی اختراع ہے۔ انہوں نے عورتوں کو تاکید کی کہ وہ خود بھی ہر طرح کے حالات کے لئے تیار رہیں اور اپنے مردوں کو بھی اس کے لئے آمادہ کریں۔ امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے موجودہ صورتِ حال بیان کرتے ہوئے کہا کہ اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ اللہ کے حضور پُرخلوص توبہ کریں اپنی زندگیوں میں موجود حرام کاموں کو ترک کریں۔ شرعی پردہ کو اپنائیں اور کسی نہ کسی جماعت میں شمولیت اختیار کریں۔ خواتین مال خرچ کر کے اس جہاد میں شامل ہو سکتی ہیں۔ بعد ازاں امیر محترم نے خواتین کے سوالات کے جواب دیئے۔ انگریزی نظم اور اس کا منظوم ترجمہ وردہ احمد نے بہت ہی اچھے انداز میں پڑھا۔ استقبالِ رمضان کے حوالہ سے روزہ قرآن اور دعا کے موضوع پر امت الهادی صاحبہ نے جامع انداز میں سورۂ بقرہ کے ۲۳ ویں رکوع کی وضاحت کی۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ قرآن و سنت کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں کیونکہ آج کے دور میں نیک عمل کا وہی اجر ہے جو صحابہ کرامؓ کے لئے تھا۔ فتنوں کے دور میں نیکی پھیلانا اور برائیوں سے روکنا بڑے اجر کا کام ہے۔

شمالی تنظیم لاہور کی ناظمہ مومنہ خان نے ستر و حجاب کے احکام آیات و احادیث کی روشنی میں بہت سادہ اور عمدہ انداز میں پیش کئے۔ ''اقبال اور عورت'' امت المعطی صاحبہ نے بڑے خوبصورت انداز میں عورت سے متعلق اقبال کے پیش کردہ نظریات بتائے۔ انفاق فی سبیل اللہ کے موضوع پر نوشین تاج صاحبہ نے کہا کہ جس کے پاس جتنی زیادہ دولت ہے وہ اتنا ہی پریشان ہے۔ جبکہ مشکلات کے باوجود طالبان اپنے ایمان تقویٰ اور توکل علی اللہ کی وجہ سے ازحد مطمئن ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عورت کے لئے اجر و ثواب کا ذریعہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کریں۔ حالاتِ حاضرہ کے مطابق مختصر منظوم دعا فائزہ نے پڑھی۔ افغانستان پر ہونے والے مظالم کے خلاف قرارداد امت المعطی صاحبہ نے پیش کی جس کی بھرپور تائید تمام خواتین نے کی۔

آخر میں محترمہ بیگم ڈاکٹر اسرار احمد صاحبہ نے دعا کروائی۔ اجتماع کے آغاز ہی میں قرآن آڈیٹوریم اپنی وسعت کے باوجود تنگ پڑتا دکھائی دے رہا تھا۔ سیٹس کے علاوہ نیچے دریاں بچھائی گئیں تھیں جہاں تقریباً دو سو خواتین موجود تھیں۔ اجتماع تقریباً ساڑھے پانچ گھنٹہ جاری رہا لیکن تمام خواتین نے بہت ہی صبر و تحمل اور ذوق و شوق سے پورا پروگرام اٹینڈ کیا۔

(رپورٹ: عاتکہ علاؤ الدین)

''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا'' (القرآن)

''اللہ نے اس میں روزے رکھنا فرض قرار دیا ہے اور رات کو (قرآن کے ساتھ) کھڑے رہنے کو (اضافی نیکی کی حیثیت سے) آزاد مرضی پر چھوڑ دیا ہے'' (حدیث نبویؐ)

ماہِ صیام میں نمازِ تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن

کا مبارک سلسلہ اس حدیث نبویؐ پر عمل کی بہترین صورت ہے۔

ان شاءاللہ اس سال **جامع القرآن، قرآن اکیڈمی** ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور میں

دورۂ ترجمہ قرآن کی سعادت **ڈاکٹر اسرار احمد**

صدر مؤسس، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، خود حاصل کریں گے۔

شرکت کی عام دعوت ہے —— خواتین کے لئے بھی اہتمام ہوتا ہے!

(نوٹ: (۱) عشاء کی جماعت ساڑھے سات بجے کھڑی ہو گی۔ اور ان شاءاللہ العزیز ساڑھے بارہ بجے تک فراغت ہو جائے گی۔ (۲) ۱۶ نومبر کو بعد نماز عشاء ''ترتیب و تدوین قرآن'' کے موضوع پر خطاب اور سورۂ فاتحہ کا درس ہو گا۔ پھر اگر چاند ہو گیا تو تراویح بغیر ترجمہ ادا کر لی جائیں گی —— گویا نماز تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام ۱۷ نومبر کی رات سے شروع ہو گا!)

قمر سعید قریشی، ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور